بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماهنامه

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۳	رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ ۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء	شمارہ : ۱۰

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے	دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال	فون نمبرات
بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر	جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311
برطانیہ، افریقہ..........................سالانہ ۱۴ ڈالر	خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310
امریکہ..........................سالانہ ۱۶ ڈالر	فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662
جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس	رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	- موبائل : 092- 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

کمپیوٹر کمپوزنگ و تزئین : محمد صفدر خوشنویس و ڈاکٹر محمد امجد

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
مسائلِ زکوۃ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
رمضان المبارک کی فضیلتیں	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۱۶
وفات حسرتِ آیات		۲۳
دلالی اور آڑھت کے احکام	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۲۴
شب قدر قرآن وسنت کی روشنی میں	حضرت مولانا جلیس احمد صاحب قاسمی	۳۴
نعت	جناب شبیر احمد ندیم صاحب میرٹھی	۳۷
ایک مجلس کی تین طلاق	حضرت مولانا ابو طلحہ صاحب قاسمی	۳۸
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۰
حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ	جناب قاری غلام مصطفٰی صاحب قاسمی	۵۱
حضرت فرید الدین عطارؒ	جناب محمد عرفان شجاع صاحب	۵۲
دینی مسائل		۵۷
سفرِ کوہاٹ کے احوال	خالد عثمان	۶۲
اخبار الجامعہ		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ .... ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ .... روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

پاکستان کے فوجی سربراہ جنرل پرویز مشرف نے گزشتہ ماہ اپنے دورۂ امریکہ کے دوران یہودیوں کی عالمی سطح کی انتہائی بااثر تنظیم ''امریکی جیوش کانگریس'' کی جانب سے دیئے گئے عشائیہ سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کے قدیم باہمی تعلقات پر روشنی ڈالی اور بعض قدرِ مشترک اُمور کا ذکر کیا۔ غزہ سے اسرائیلی آبادی کے انخلاء پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بعض شرائط کے ساتھ پاکستان اسرائیل سفارتی تعلقات کی بحالی کا عندیہ دیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے فوجی آمر نے سفارتی تعلقات کے حوالے سے پیش قدمی کرتے ہوئے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے حالانکہ عرب حکومتوں نے اس سلسلے میں تاحال کوئی واضح ردِعمل ظاہر نہیں کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صدر صاحب یا تو کسی سخت دباؤ کی وجہ سے ایسی باتوں پر مجبور ہوئے ہیں یا پھر وہ یہودی مزاج سے ناواقف ہیں۔ یہودی ایک نسل پرست متعصب فرقہ ہے، یہ تبلیغی دین نہیں ہے بلکہ مخصوص نسل سے وابستہ ایک فرقہ کا نام ہے جو سب کچھ کرنے کے باوجود اپنے کو اللہ کا سب سے مقرب گردانتا ہے حالانکہ قرآن نے اُن کو بدکاریوں سے باز نہ آنے پر خدائی غضب کا مارا ہوا قرار دیا ہے۔ یہ قوم فطری طور پر فریبی اور دغاباز ہے، ان کی بدعہدی صدیوں پر محیط ہے یہ ایسے بدطینت ہیں کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو بھی شہید کرڈالا، قرآن پاک میں ہے:

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ .(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۲۱)

''اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں اُن لوگوں کو جو عدل کا حکم دیتے ہیں، تو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں''۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اِن کی ہر طرح سے مدد فرمائی ان کے سیاسی اور معاشی استحکام کے لیے فرعون سے ٹکر لی، اللہ نے اُس کو اُس کے لشکر سمیت غرق کر دیا اور بالآخر اِن کو فرعون کے شکنجہ سے نجات نصیب ہوئی۔ اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے اپنے محسن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی شروع کر دی اور اِن کو بہت اذیتیں دیں۔ دین ومذہب میں تحریف بھی اِن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اِن تمام اُمور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اِن کو ذلت ورُسوائی کا مارا ہوا قرار دے دیا، ایسی بدعہد اور محسن کُش قوم سے کسی خیر کی اُمید رکھنا حقائق سے آنکھیں چرانے کے مترادف ہے۔ غزہ سے انخلاء جیسی چھوٹی موٹی کارروائیوں میں یہودیوں کا بہت بڑا سیاسی اور مالی فائدہ ہے جس پر حقیقت پسندی کا لبادہ اوڑھا گیا ہے۔ اِس موقع پر حکمرانوں کو بہت دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کوئی قدم اُٹھانا چاہیے اور بلا وجہ کی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کے شر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

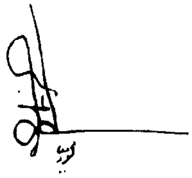

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

بولای صلی وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

رمضان کی اہمیت ۔قرآن اور رمضان

عورتوں کے لیے ذکر

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۷ سائیڈ بی (۱۹۸۵۔۵۔۳۱)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہے کہ یہ رمضان المبارک کے دن ہیں ۔قرآن پاک کی تلاوت اور اِن اوقات میں کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی خاص مناسبت ہے۔قرآن پاک کی تلاوت ہے، استغفار ہے، دُعا ہے، ذکر کی کثرت ہے جس طرح بھی ہو جس کلمات سے بھی ہو، اِس کے اِن دنوں میں خاص اثرات مرتب ہوتے ہیں

رمضان میں اچھے اور بُرے عمل کا اثر :

حضرت مجدد صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ایک جگہ، کہ جیسا رمضان گزارے گا آدمی ویسے ہی اُس کے اثرات ہوں گے۔خدا کی یاد میں اگر گزارا ہے تو سارے سال اِس کے اثرات رہیں گے، غفلت میں گزارا ہے تو سارے سال اِس کے اثرات رہیں گے، تو اتنا زیادہ رمضان کے اعمال کو دخل ہے تو قرآن پاک کی تلاوت وہ تو ہو ہی جاتی ہے تراویح میں سُننا بھی ہوجاتا ہے حفاظ جو ہیں اُنھیں یاد کرنے کی وجہ سے زیادہ پڑھنا پڑتا ہے۔

رمضان میں کیا کیا کرنا چاہیے :

باقی اور چیزیں کون سی ایسی ہیں کہ جو اِن دنوں میں کی جائیں تو دُعا، استغفار، تسبیح، تہلیل (یعنی لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ پڑھنا)، یہ چیزیں ایسی ہیں جو کثرت کے ساتھ کرنی چاہئیں۔ اِس میں اجر و ثواب بھی ہے اور خدا کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے، درود شریف کی کثرت کی بھی بڑی فضیلت ہے اور کچھ مقدار مقرر کر کے پڑھتا رہے، کسی چیز کی کچھ مقدار کسی چیز کی کچھ مقدار، اِس طرح سے کر لینا چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَئُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ [1]

اس حدیث شریف میں سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت بتائی گئی ہے کہ تسبیح جو ہے وہ نصف میزان ہے جیسے ترازو کسی بھی چیز کے تولنے کے لیے رکھی جائے تو ایک طرف باٹ رکھ دیا جائے دوسری طرف سبحان اللہ رکھ دیا جائے تو یہ نصف میزان بن جائے گا نصف ترازو بن جائے گی بس وزن بتانا مقصود ہے کہ وزنی چیز ہے، اور آدھی بھر چکی تھی آدھی خالی تھی تو الحمد للہ جب بندہ کہتا ہے تو یہ گویا ترازو بھر جاتا ہے وہ ترازو کا نصف وزن ہوا اور یہ بقیہ نصف کو پورا کر دیتا ہے لہٰذا فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَمْلَئُہٗ، اور لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے یہ سیدھا اللہ کے پاس پہنچتا ہے یعنی مقبول ہوتا ہے، ہر چیز اللہ کے پاس ہے اللہ ہر جگہ ہے، مراد یہ ہے کہ مقامات جیسے بنا دیئے ہیں جیسے مسجد بنا دی ہے کہ جماعت کرو جیسے کعبۃ اللہ بنایا ہے کہ اِدھر رُخ کرو، ساری دُنیا میں جہاں بھی ہو اِدھر رُخ کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مقامات بنا دیے ہیں تو اُس مقام تک یہ سیدھا پہنچ جاتا ہے، اِس کے درمیان کوئی حجاب نہیں کوئی رُکاوٹ نہیں اور حجاب ہونے نہ ہونے کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ میں اور بندے میں فاصلہ ہے چیزوں میں فاصلہ ہے پردے سچ مچ کے ہیں، ایک قسم کے پردے تو ہیں بلاشبہ جب ہی تو آنکھیں نہیں محسوس کرتیں ورنہ تو رویتِ باری تعالیٰ ہوتی لیکن یہ کہ فاصلہ ہو، فاصلہ نہیں ہے اللہ ہر جگہ موجود ہے، تو اِس میں بتایا گیا ہے کہ اِس کی قبولیت میں کوئی دیر ہی نہیں لگتی لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ میں اعتراف ہے کہ خدا کے سوا باقی کوئی قابلِ عبادت اور لائق پرستش نہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۲

حدیث شریف میں آتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے یعنی توحید کا اقرار کرتا ہے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے اِن الفاظ سے مُخْلِصًا قَطُّ دل سے اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰى يُفْضِىَ اِلَى الْعَرْشِ تو اُس بندے کے لیے قبولیت کے واسطے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہ عرشِ الٰہی تک سیدھا پہنچ جاتا ہے۔ یہ فضیلت اِس جملہ کو حاصل ہے اس لیے اِس جملے کو بولنے والے کو بھی فضیلت حاصل ہوگئی، مگر وہ شخص جو یہ جملہ کہنے والا ہے اور اِس فضیلت کا مستحق ہوگا اُس کے بارے میں فرمایا کہ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَآئِرَ [1] جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ کبائر کا ارتکاب ایسی چیز ہے کہ اُس کے بعد قبولیت پر اثر پڑتا ہے اور فرق پڑتا ہے اور کبائر سے بچا رہے اگر تو اتنا بڑا درجہ ہے۔

عورتوں کو کیا کرنا چاہیے :

آقائے نامدار ﷺ سے ایک صحابیہ نقل کرتی ہیں یُسَیرۃ اُن کا نام ہے مہاجر تھیں گھر بار ترک کر کے اسلام کے لیے ترکِ وطن کر کے تشریف لے آئی تھیں۔ فرماتی ہیں قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ يَعْنِىْ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . اس طرح کے کلمات جو خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہوں وہ کہتی رہا کرو اور فرمایا وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ اور یہ جو ہیں پورے اِن سے گنا کرو، گنتے تو ہیں ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر اِنہی اُنگلیوں کے پوروں سے، اور بھی طریقے ہیں اِس کے جن میں اُنگلیوں پر ہزار تک بلکہ ہزاروں تک گنا جا سکتا ہے، تو ارشاد فرمایا اُنگلیوں سے گنتی رہو۔

اُنگلیاں گواہی دیں گی :

فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُّسْتَنْطَقَاتٌ یہ جو اُنگلیاں ہیں اِن سے بھی پوچھا جائے گا خدا کے یہاں اور اِن سے بھی بلوایا جائے گا انھیں بولنے کی قوت دی جائیگی یہ جواب دیں گے یہ گواہی دیں گے، اور فرمایا وَلَا تَغْفُلْنَ وَتُنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ [2] اور غفلت نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر رحمتِ الٰہی سے تم محروم کر دی جاؤ بُھلا دی

---

[1] مشکٰوۃ شریف ص۲۰۲ [2] ایضاً

جاؤ۔ رحمت تمہارے حصے میں نہ آنے پائے ایسے نہ کرو، غفلت منع ہے۔ ذکر کسی نہ کسی طرح کرتا رہے آدمی یہ مطلوب ہے، ہر آدمی اُس مقام پر پہنچ جائے جو بڑے بڑے حضرات کا مقام ہے وہ تو کارِ دارد ہے لیکن اتنا جتنا کہ حدیث میں بتایا ہے اُتنا ہر آدمی کرتا رہے اور اِس سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو فائدہ ایک نسبت کا حاصل ہو جاتا ہے۔

نسبت کا مطلب :

نسبت کے معنٰی کیا ہیں؟ نسبت کے معنٰی ہیں ایمان کی قوت، اللہ کی ذات کے ساتھ دل کا ایک ربط خاص مضبوط قسم کا وہ نسبت کہلاتا ہے۔

یہ اذکارِ مسنونہ، تلاوت، تسبیح تہلیل وغیرہ اگر کرتے رہیں ایک عرصہ تک تو یہ نسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک پڑھنے پڑھانے والے کو بھی تفسیر پڑھنے پڑھانے والوں کو بھی، حدیث اور علوم دینی جو پڑھتے پڑھاتے ہیں اُن کو بھی اسی طرح سے حاصل ہو جاتی ہے ایک نسبتِ خاص تعلق مع اللہ قوی قسم کا جس کے بعد پھر شک وتردد نہیں آتا اور اللہ اُس کو کفر سے اور کفریات سے محفوظ رکھتا ہے۔

تو آقائے نامدار ﷺ نے یہ طریقے بتائے وہ کلمات بتائے جو خدا کو بہت پسند ہیں اور کتنے پسند ہیں وہ مثال دے دے کر بتایا کہ ایسے پسند ہیں ایسے پسند ہیں اور ایسے پسند ہیں، کہیں ترازو کا بتادیا، کہیں یہ بتادیا کہ اس کلمے اور خدا کے درمیان قبولیت میں کوئی فاصلہ نہیں، کوئی چیز حائل نہیں ہے آسمان وزمین کے فاصلے وہ بھی حائل نہیں بلکہ جیسے کوئی فاصلہ ہی نہیں۔ تو اس طرح سے آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے، اپنی رضا اور فضل ورحمتوں سے ہمیں دُنیا اور آخرت میں نوازے۔ آمین۔ اختتامی دُعا...

سلسلہ نمبر۱۶

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مسائلِ زکوٰۃ

﴿ نظرِ ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

ہمارے ایک معزز دوست نے توجہ دلائی کہ بہت سے اصحابِ استطاعت لوگ زکوٰۃ کے مسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ جیسے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور اگر وہ مسائل معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آسان زبان میں مسائل نہیں ملتے اور مشکل زبان جس میں عربی الفاظ آتے ہوں سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور ایسے مضمون کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے سہل زبان میں یہ کچھ مسائل درج کیے جارہے ہیں۔ اگر کوئی صاحب زکوٰۃ کے اور مسائل دریافت کرنا چاہیں تو وہ بھی دریافت کرلیں تاکہ یہ مجموعہ مختصر رسالہ کی صورت میں بھی طبع کرادیا جائے۔ (حامد میاں غفرلہٗ)

''جس شخص نے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، قیامت میں اُسکا مال ایک زہریلا اژدہا بنا کر اُسکے گلے میں ڈالا جائیگا جو اُسکو کاٹتا رہے گا اور یہ کہہ کر کاٹے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں''۔ (الحدیث)

سوال : زکوٰۃ کی مذہبی نوعیت کیا ہے؟

جواب : زکوٰۃ فرض ہے۔ اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل ہے، اِس کا منکر کافر ہے اور اِس پر عمل نہ کرنے والا گنہگار ہے۔

سوال : کیا زکوۃ ادا کرنے کے لیے نیت ضروری ہے؟

جواب : نیت ضروری ہے ورنہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال : زکوۃ کی شرح کیا ہے؟

جواب : زکوۃ کی شرح مالِ تجارت، سونے اور چاندی کا چالیسواں حصہ ہے یعنی سو روپے پر ڈھائی روپے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

سوال : زکوۃ کس سرمایہ پر ادا کرنا ہوگی؟

جواب : نقد، زیور (چاہے استعمال میں آتا ہو یا رکھ رکھا ہو) سونا چاندی اور کاروباری سرمایہ خواہ وہ نقد ہو یا مال کی اتنی قیمت [1] اور مالیت ہو اور جو مال قرض میں دیا ہوا ہو سب سرمایہ پر سال گزرنے پر زکوۃ ادا کرنی ہوگی

سوال : نصابِ زکوۃ کیا ہے؟

جواب : ساڑھے باون تولے چاندی (۳۵ء ۶۱۲ گرام چاندی)، ساڑھے سات تولے سونا (۷۹ء۸۷ گرام سونا) اتنی قیمت کا مال تجارت یا نقد موجود ہو تو زکوۃ دی جائے گی۔

سوال : ''صاحبِ نصاب'' سے کیا مراد ہے؟

جواب : جن مالوں میں زکوۃ فرض ہے شریعت نے اُن کی خاص خاص مقدار مقرر کر دی ہے، اُس مقررہ مقدار کو ''نصاب'' کہتے ہیں اور اتنی مقدار جس کے پاس ہو اُسے ''صاحبِ نصاب'' کہتے ہیں۔

سوال : کیا جائداد و عمارات پر زکوۃ ہوگی؟

جواب : جائداد اور عمارتوں پر خواہ رہائشی ہوں یا کرایہ پر دی ہوئی ہوں اُن پر زکوۃ نہیں۔ جو اُن سے آمدنی ہوگی [2] وہ سال کے ختم پر دیکھی جائے گی اور اُس پر حساب لگا کر زکوۃ دی جائے گی۔

---

[1] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زکوۃ صرف تجارتی مال سے حاصل شُدہ رقم پر ہوتی ہے جو نقد کی صورت میں موجود ہو، تجارتی مال پر نہیں ہوتی، یہ خیال بالکل غلط ہے زکوۃ تجارتی مال اور اُس سے کمائی ہوئی رقم دونوں پر ہوتی ہے۔ کتبِ فقہ میں اِس کی تصریح موجود ہے۔ [2] یعنی جو عمارتیں کرایہ پر دی ہوئی ہیں اُن سے حاصل شُدہ کرایہ اگر اتنی مقدار میں ہے کہ وہ تنہا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جاتا ہے تو اُس پر سال کے بعد زکوۃ دینی ہوگی اور اگر تنہا کرایہ تو اتنا نہیں ہے لیکن کرایہ سے حاصل شدہ رقم اور دوسری اشیاء (سونا چاندی، مال تجارت، کیش رقم) مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جاتی ہیں تو پھر سب کو ملا کر حساب کر کے زکوۃ دینی ہوگی۔

سوال : زکوٰۃ سے اور کس قسم کی کیا کیا چیزیں مستثنیٰ ہیں؟

جواب : جائداد کے علاوہ مشینری کے اوزار، فرنیچر، برتن، کپڑے خواہ وہ کسی تعداد میں ہوں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔

سوال : زکوٰۃ کس کس کو دی جاسکتی ہے؟

جواب : یہ سوال بڑا مفید ہے، اس کا جواب سمجھ کر یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ اُس کو دی جائے گی (جو نصابِ زکوٰۃ کا مالک نہ ہو، اور) جس کے پاس استعمالی ضرورت سے زیادہ سامان بھی نہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس گھر میں قیمتی فالتو سامان پڑا ہو مثلاً تانبے کے برتن اور قالین وغیرہ جو وہ استعمال میں نہیں لاتا (یا ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، ٹیلیویژن اور زائد از ضرورت فرنیچر وغیرہ) تو اُس سامان کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا، اگر اُس سامان کی قیمت بقدرِ نصاب بن جاتی ہے یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت کے برابر تو یہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اگر اپنے آپ کو غریب کہہ کر زکوٰۃ لے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔ ایسا شخص نہ زکوٰۃ لے سکتا ہے نہ صدقہ فطر، بلکہ ایسے آدمی پر تو خود صدقہ فطر دینا واجب ہوتا ہے اور قربانی بھی۔

اور یہ بھی سمجھ لیجیے کہ زکوٰۃ اپنی اُصول یعنی ماں باپ یا اُن کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کو نہیں دی جاسکتی۔ ایسے ہی فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی کو بھی نہیں دی جاسکتی۔ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو نہیں دے سکتی۔

سیّدوں کو وہ حسنی ہوں یا حسینی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی دوسری اولاد کو جنہیں علوی کہتے ہیں حضرت عقیلؓ، حضرت جعفر طیّارؓ کی اولاد کو بھی جو جعفری کہلاتے ہیں اور حضرت عبّاسؓ بن عبدالمطلب کی اولاد کو بھی جو عبّاسی کہلاتے ہیں اور اگر کوئی حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں تو اُنہیں بھی، غرض ان سب خاندانوں کو زکوٰۃ دینی اور انہیں لینی منع ہے۔

سوال : مدارسِ اسلامیہ میں زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ہاں طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدارس کے مہتمموں کو اِس کے لیے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں، دینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

سوال : کیا غیر مسلم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

جواب : نہیں۔

سوال : زکوٰۃ کی رقم فوری ادا کرنی چاہیے یا مناسب موقع کے انتظار میں یہ رقم روکی بھی جاسکتی ہے؟

جواب : دونوں صورتیں جائز ہیں،لیکن جلدی دینا افضل ہے۔

سوال : بعض لوگوں کو کہتے سُنا ہے کہ نقد رقم نہ رکھو ورنہ زکوٰۃ دینی ہوگی ،اس لیے جائداد خرید لو، ایسے لوگوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب : ایسا کرنا مناسب نہیں،ایسا کرنے سے غریبوں کا حق مارا جاتا ہے۔

سوال : کاروبای اداروں کو سرمایہ کی زکوٰۃ کس طرح ادا کرنی چاہیے؟

جواب : مثال کے طور پر یہ خاکہ ملاحظہ فرمائیں :

بلڈنگ فرنیچر کھاتہ	30,000	مستثنیٰ ہے
مشینری کھاتہ	40,000	مستثنیٰ ہے
بینک کھاتہ	20,000	
اُدھار کھاتہ	65,000	
اسٹاک کھاتہ	40,000	
نقد باقی	5,000	
کُل سرمایہ کھاتہ مالک فرم	2,00,000	
زکوٰۃ سے مستثنیٰ	70,000	
بقایا رقم جس پر زکوۃ ادا کرنی ہے	1,30,000	

جو مال بغرضِ تجارت خرید وفروخت میں نہ آئے وہ مستثنیٰ ہے، جیسے سامان رکھنے کے برتن دُکان میں استعمال ہونے والا فرنیچر (یا اوزار، اور مشینری) وغیرہ۔

سوال : مویشی یعنی بھیڑ بکری کا کاروبار کرنے والا ،مویشیوں کی قیمت لگا کر اُس قیمت پر زکوٰۃ ادا کرے گا یا مویشیوں کی تعداد کے مطابق؟

جواب : جو جانور تجارت کے لیے ہوں اُن کی موجودہ قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے گی۔

سوال : سواری کے لیے گھوڑا گاڑی یا موٹر ہو تو اُن پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

جواب : نہیں۔

سوال : ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے تھے، اُن پر سال گزر گیا، وہ زکوٰۃ کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ سارے روپے چوری ہوگئے، کیا اِس صورت میں اُس پر زکوٰۃ فرض ہے یا معاف ہوگئی۔

جواب : سارا مال چوری ہو جانے یا سارے کا سارا مال خیرات کرنے سے زکوٰۃ معاف ہو جاتی ہے۔

سوال : زکوٰۃ کا مال مستحق کو خود دینا ضروری ہے یا کسی اور کے ذریعہ بھی دیا جا سکتا ہے؟

جواب : خود بھی دے سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کے ذریعہ بھی۔

سوال : ایک مالدار مسافر کا سارا مال ضائع ہوگیا گھر میں اگرچہ اُس کا بہت مال موجود ہے لیکن اِس وقت اُس کے پاس کچھ نہیں رہا تو کیا اُسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

جواب : جی ہاں، ایسے مسافر کو جو حالتِ سفر میں محتاج ہو گیا ہو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے چاہے اُس کے گھر میں اُس کے لاکھوں روپے ہی کیوں نہ ہوں۔

سوال : زکوٰۃ کی رقم سے مسجد بنانا یا مُردے کا قرض ادا کرنا یا مُردے کا کفن وغیرہ تیار کرنا کیسا ہے؟

جواب : اِن صورتوں میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اُس وقت ہوگی کہ جب کوئی محتاج اُسے لے (زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے شرط ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے اُسے زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے)۔

سوال : ایک شخص نے کسی کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سیّد ہے، تو کیا وہ شخص دوبارہ زکوٰۃ دے یا زکوٰۃ ادا ہوگئی؟

جواب : اگر دینے والے نے مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دی ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اِسی طرح اُس شخص کی بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے جس نے تاریکی میں اپنی ماں یا دوسرے ایسے رشتہ دار کو جسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، زکوٰۃ دے دی اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ ایسا رشتہ دار ہے جو اُس کی زکوٰۃ کا مستحق نہیں۔ اور اگر کسی نے کسی کو زکوٰۃ دی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر ادا کرنی ہوگی۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر مذکورہ بالا صورتوں میں مالدار سیّد اور رشتہ دار کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ زکوٰۃ کی رقم تھی تو واپس کر دیں۔

سوال : ایک شخص سال کے اوّل اور آخر میں مالکِ نصاب تھا مثلاً اُس کے پاس اتنے روپے تھے جو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت بنیں لیکن درمیان سال میں کچھ پیسے خرچ ہوگئے اور کچھ دنوں وہ مالک نصاب نہیں رہا تو کیا اُس پر زکوۃ ہوگی؟

جواب : جو شخص سال کے اوّل اور آخر میں نصاب کا مالک ہو اُس پر زکوۃ ہوگی چاہے سال کے درمیان میں مال نصاب سے کم ہوگیا ہو، ہاں اگر سال کے درمیان میں اُس کا سارے کا سارا مال ضائع ہوگیا اور سال کے آخر میں پھر کہیں سے مل گیا، تو اَب گزشتہ سال کی زکوۃ اُس پر نہیں ہے بلکہ جب سے دوبارہ مال آنا شروع ہوا ہے اُس وقت سے اُس کا مالی سال شروع ہوگا۔

سوال : اگر مال سال گزرنے سے چند ہی روز پہلے جاتا رہا تو زکوۃ ہوگی یا نہیں؟

جواب : نہیں۔

سوال : ایک شخص کے پاس تین ہزار روپے موجود ہیں (گویا وہ صاحبِ نصاب ہے) لیکن یہ اتنے ہی روپوؤں کا قرض دار بھی ہے تو کیا اُس پر زکوۃ ہوگی؟

جواب : اُس پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

سوال : ایک تاجر کے پاس ابتداء سال میں تین ہزار روپے تھے جن سے اُس نے تجارت شروع کی، سال کے آخر میں اُس کے پاس پانچ ہزار روپے جمع ہوگئے تو کیا اِس تاجر کو صرف تین ہزار روپے کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی یا پانچ ہزار کی؟

جواب : اِسے پانچ ہزار روپے کی زکوۃ دینی ہوگی۔

سوال : اگر کسی نے سال گزرنے سے پہلے ہی اپنی زکوۃ ادا کردی تو کیا ادا ہوجائے گی؟

جواب : ادا ہوجائے گی۔

سوال : جس کو زکوۃ دی جائے اُسے یہ بتادینا کہ یہ مالِ زکوۃ ہے ضروری ہے یا نہیں؟

جواب : یہ ضروری نہیں بلکہ اگر انعام کے نام سے یا کسی غریب کے بچوں کو عیدی کے نام سے دے دو جب بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی۔

سوال : زرعی زمین یا باغ سے پیداوار پر عُشر ہے۔ عُشر کے کیا معنٰی ہیں اور اِس کی ادائیگی کا کیا

طریقہ ہے؟

جواب : عُشر کے معنٰی ہیں دسواں۔ پیداوار پر جو زکوٰۃ ہوتی ہے اُس کے قاعدے الگ ہیں اور نام بھی الگ ہیں۔ اگر زمین بارانی ہے یا نہر سے پانی دیا جاتا ہے تو اُس میں عُشر یعنی دسواں حصّہ خدا کے نام پر مصارفِ زکوٰۃ میں دیا جائے گا اور ایسی زمین عُشری کہلائے گی اور اگر رَہٹ وغیرہ سے آبپاشی ہوتی ہے تو اُس میں بیسواں حصّہ نکالا جائے گا۔

صدقۂ فطر

صدقہ فطر ہر اُس مسلمان پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے یا زکوٰۃ تو فرض نہیں لیکن نصاب کے برابر قیمت کا اور کوئی مال اُس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد اُس کے پاس ہے چاہے اُس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

صدقہ فطر نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دیا جائے گا۔ اگر نابالغ اولاد خود مالدار ہو تو باپ کے ذمہ نہیں بلکہ اُن ہی کے مال میں سے باپ اُن کی طرف سے صدقہ ادا کر دے۔

یہ صدقہ عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے، اگر کسی نے عید سے پہلے رمضان میں صدقہ دے دیا تو بھی ادا ہو جائے گا۔

صدقہ فطر فی کس پونے دو سیر (احتیاطاً پورے دو سیر) گیہوں یا اتنے گیہوں کی قیمت دی جائے۔ [۱]

صدقہ فطر اُن لوگوں کو دیا جائے جنہیں زکوٰۃ دی جاتی ہے، جنہیں زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی انہیں صدقہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔

---

[۱] اس سال فطرانہ فی کس 30 روپے کے حساب سے دیا جائے۔

رمضان المبارک کی عظیم الشان فضیلتیں اور برکتیں

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ فِیْ آخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ یَا اَیُّھَاالنَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ مُبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ شَھْرٌ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعاً مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْ رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِیْہِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِماً کَانَ مَغْفِرَۃً لِذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَایُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَاالثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِماً عَلٰی تَمْرَۃٍ اَوْ عَلٰی شَرْبَۃِ مَآءٍ اَوْ مَذْقَۃِ لَبَنٍ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَآخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ وَاسْتَکْثِرُوْا فِیْہِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَیْنِ تُرْضُوْنَ بِھِمَا رَبَّکُمْ وَخَصْلَتَیْنِ لَا غِنَآءَ بِکُمْ عَنْھُمَا فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِھِمَارَبَّکُمْ فَشَھَادَۃُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَآءَ بِکُمْ عَنْھُمَا فَتَسْاَلُوْنَ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ وَتَعُوْذُوْنَ بِہٖ مِنَ النَّارِ وَمَنْ سَقٰی صَائِماً سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَایَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ . (الترغیب)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے مہینہ کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے فرمایا ''اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اِس مبارک مہینے میں ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اِس کی

راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑے ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اِس مہینے میں اللہ کی رضا اور اُس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اُس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اُس کا ثواب ملے گا اور اِس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اِس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے) افطار کرایا تو یہ اُس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور دوزخ کی آگ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اِس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا تو (کیا غریب لوگ اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟)'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو ایک کھجور یا دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے۔ (اِس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اِس مبارک مہینہ کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اور جو آدمی اِس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں ہلکا پن اور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادے گا اور اُس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا۔ اور اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں ایسی ہیں کہ تم اِن کے ذریعہ سے اپنے رب کو راضی کرسکتے ہو، اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تم کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرسکتے ہو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے، اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پانی سے سیراب کرے اُس کو اللہ تعالیٰ

(قیامت کے دن) میرے حوضِ (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اُس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ (ابن خزیمہ، بیہقی، ابن حبان، ترغیب وترہیب)

فائدہ : محدثین کو اِس روایت کے بعض راویوں میں کلام ہے لیکن اول تو فضائل میں اِس قدر کلام قابلِ تحمل ہے، دوسرے اِس کے اکثر مضامین کی دوسری روایات سے تائید ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اتنا اہتمام کہ شعبان کی آخری تاریخ میں خاص طور سے اِس کا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزر جائے، پھر اس وعظ میں تمام مہینے کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم چیزوں کی طرف خاص طور پر متوجہ فرمایا، سب سے پہلے ''شبِ قدر'' کہ وہ حقیقت میں بہت اہم رات ہے، اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کے روزہ کو فرض کیا اور اِس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔

☆ اِس خطبہ میں فرمایا کہ اِس مبارک مہینہ میں جو شخص کسی قسم کی نفلی عبادت کرے گا اُس کا ثواب دوسرے زمانہ کی فرض نیکی کے برابر ملے گا اور فرض نیکی کرنے والے کو دوسرے زمانہ کے ستر فرض ادا کرنے کا ثواب ملے گا، یوں سمجھ لو کہ ''شب قدر'' کی خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے لیکن نیکی کا ثواب ستر گنا ملنا یہ رمضان المبارک کے ہر دن اور رات کی برکت اور فضیلت ہے۔

☆ اِس خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''جو آدمی اِس مہینے میں اپنے غلام وخادم کے کام میں ہلکا پن اور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادے گا اور اُس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا''۔ دینی زبان میں صبر کے اصل معنی ہیں اللہ کی رضا کے لیے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اور تلخیوں اور ناگواریوں کو جھیلنا۔ ظاہر ہے کہ روزے کا اوّل وآخر ایسا ہی ہے نیز روزہ رکھ کر ہر روزدار کو تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے اِس سے اُس کے اندر غربا اور مساکین کی ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تھا تو نبی علیہ السلام قیدیوں کو رہائی دے دیتے تھے اور ضرورت مند سائل کو محروم نہیں کیا کرتے تھے (بیہقی فی شعب الایمان) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے

ملاقات کرتے تھے تو آپ بہت زیادہ سخی اور فیاض ہوتے تھے اور جبرئیل امین علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور وہ حضور ﷺ سے قرآن پاک کا دَور کرتے تھے، یقیناً رسول اللہ ﷺ سے جب جبرئیل امین علیہ السلام ملاقات کرتے تھے تو آپ ﷺ بھلائی اور خیر کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی زیادہ فیاضی وسخاوت فرماتے تھے (بخاری، مسلم، نسائی)۔ لہٰذا اپنے محلے میں، دوستوں اور عزیز واقارب میں، جو نادار بیمار اور غریب ہوں اپنی وسعت کے مطابق اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ بعض روزہ دار روزہ کی حالت میں بڑی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر بیوی سے لڑنا، بچوں کو پیٹنا، ملازمین کو ڈانٹنا غرضیکہ اُن کا روزہ رکھنا دوسروں کے لیے ایک آفتِ ناگہانی بن جاتا ہے، یہ بڑی معیوب بات ہے ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ بعض لوگ لڑتے جھگڑتے تو نہیں لیکن گرمی اور بھوک وپیاس ہی کا گلہ شکوہ کرتے رہتے ہیں، جب اُن سے ملو اُن کے پاس یہی قصہ ملتا ہے اور بعض لوگ کچھ زیادہ ہی ہائے ہوئی کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں، یہ سب بے صبری کی باتیں ہیں، صبر کا مہینہ بتلانے کا منشاء یہی ہے کہ حتی الامکان صبر وضبط سے کام لیا جائے۔

☆ اِس خطبے میں یہ بھی فرمایا کہ ''اس بابرکت مہینے میں ایمان والوں کے رزقِ حلال میں اضافہ کیا جاتا ہے، اِس کا تجربہ تو ہر ایمان والے روزہ دار کو ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانے پینے کو ملتا ہے باقی گیارہ مہینوں میں اتنا نصیب نہیں ہوتا، یہ سب اللہ ہی کے حکم اور فیصلے سے آتا ہے۔ بعض لوگ خوب حرام کما کر اِس کو رمضان کی برکت سمجھتے ہیں، یہ سراسر جہالت ہے۔ بعض روایات میں اِس مہینہ میں نان ونفقہ میں وسعت وفراخی کرنے کا حکم آیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے جَآءَ کُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ الْمُبَارَكُ فَقَدِّ مُوْا فِيْهِ النِّيَةَ وَوَسِّعُوْا فِيْهِ النَّفَقَةَ (الديلمى عن ابن مسعود، كنز العمال ج٨ ص٤٦٦ رقم ٢٣٦٨٩ و ٢٣٦٩٠) رمضان کا مبارک مہینہ آچکا ہے (تم اِس کے لیے نیت پہلے ہی سے دُرست کرلو اور اِس مہینہ میں (اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جائز اخراجات اور) نان ونفقہ میں فراخی کرو (کنز العمال بحوالہ دیلمی) ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: اِنْبَسِطُوْا فِى النَّفَقَةِ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِنَّ النَّفَقَةَ فِيْهِ كَالنَّفَقَةِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ابن ابى الدنيا، قال السيوطى ضعيف، جامع صغير للسيوطى) رمضان کے مہینے میں نان ونفقہ کے متعلق وسعت سے کام لو اِس لیے کہ اِس میں جائز نان ونفقہ وخرچہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ (جامع صغیر بحوالہ ابن ابی الدنیا)

☆ اِس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ روزہ افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہے نیز روزہ کھلوانے سے جس کا روزہ کھلوایا ہے اُس کے روزہ کے برابر روزہ کھلوانے والے کو ثواب ملتا ہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھلانا حوضِ کوثر سے جامِ کوثر نصیب ہونے اور جنت ملنے کا ذریعہ ہے۔

☆ اِس خطبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ''رمضان المبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے''۔ بعض دوسری روایات میں بھی یہ مضمون مختلف الفاظ کے ساتھ آیا ہے، ایک روایت میں ہے :

اَوَّلُ شَهْرِ رَمَضَانَ رَحْمَةٌ وَّوَسْطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّآخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ (كنز العمال ج۸ ص۴۶۳ ، رقم ۲۳۶۶۶ بحواله ابن ابى الدنيا فى فضل رمضان، خطيب فى التاريخ وابن عساكرعن ابى هريرة وجامع صغير للسيوطى ج۳ تتمه باب حرف الالف وقال صحيح).

''رمضان کا اول حصہ رحمت ہے اور اُس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور اُس کا آخری حصہ دوزخ سے آزادی ہے''۔ (کنز العمال)

اس کی راجح اور دل کو لگنے والی تشریح یہ ہے کہ رمضان شریف کی برکتوں سے فائدہ اُٹھانے والے بندے تین طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ متقی پرہیز گار لوگ جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور جب کبھی اِن سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے تو اُسی وقت توبہ واستغفار سے اُس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو ایسے خاصانِ خدا پر تو شروع مہینے ہی سے بلکہ اِس کی پہلی رات ہی سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ موردِ رحمت بن جاتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو ایسے متقی اور پرہیز گار تو نہیں ہیں لیکن اس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں تو ایسے لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصے میں روزوں اور دوسرے اعمالِ خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت و مغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں تو درمیانی حصہ میں اِن کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور اُن کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے گویا وہ دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کر اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیہ کاریوں کی کچھ صفائی

اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ میں جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے اللہ تعالیٰ دوزخ سے اِن کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔

اِس تشریح کی بناء پر رمضان المبارک کا ابتدائی حصہ ''رحمت'' درمیانی حصہ ''مغفرت'' اور آخری حصہ میں ''جہنم سے آزادی'' کا تعلق ترتیب وار اُمتِ مسلمہ کے اِن مذکورہ بالا تین طبقوں سے ہوگا۔ اس ماہ کا ہر عشرہ خاص اہمیت کا حامل ہے چنانچہ پہلا عشرہ سراسر رحمت ہے، دوسرا عشرہ دن ورات مغفرت کا عشرہ ہے اور آخری عشرہ دوزخ سے آزادی کے لیے ہے اس لیے اِس ماہ کی دل وجان سے قدر کریں اور مذکورہ تمام فضائل حاصل کرنے کی فکر کریں ورنہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا، جو کچھ حاصل کرنا ہے جلدی کر لیں ورنہ آخرت میں پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا۔

☆ رسول کریم ﷺ نے اِس خطبہ میں رمضان المبارک میں چار کاموں کے کرنے کی بڑی اہمیت کے ساتھ تاکید فرمائی ہے جو مبارک مہینہ کے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے اِن کا اہتمام بہت ضروری ہے اور لازمی ہے، وہ چار کام یہ ہیں :

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا وِرد رکھنا (۲) اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگتے رہنا

(۳) جنت کا سوال کرنا (۴) دوزخ سے پناہ مانگنا

پہلی چیز یعنی ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا وِرد'' یہ بہت ہی مبارک کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں اِس کو تمام اذکار سے افضل بتلایا گیا ہے اور دوسری احادیث میں اِس کے اور بھی بڑے بڑے فضائل آئے ہیں۔ اِس کی فضیلت سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ نوے (۹۰) برس کا کافر ومشرک بھی اگر سچے دل سے ایک بار یہ کلمہ پڑھ لے تو وہ اُسی لمحہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے، یہ خدائے پاک کی بڑی رحمت ہے جو اُس نے اپنے بندوں پر بہت ہی عام فرما رکھی ہے اور اِس کے پڑھنے کی عام اجازت دے رکھی ہے۔ جب کافر ومشرک تمام گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے تو مومن کو کیوں نفع نہ ہوگا ؟ ضرور ہوگا اور بے انتہا ہوگا۔ ایک حدیث میں اُمتیوں کو اِس کلمے کے ذریعے بار بار تجدیدِ ایمان کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے اِس لیے چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے کثرت سے اِس کا ورد رکھیں۔ ایک روایت میں ہے :

" ذَاکِرُاللّٰہِ فِیْ رَمَضَانَ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ وَسَائِلُ اللّٰہِ فِیْہِ لَا یَخِیْبُ "(طبرانی فی الاوسط ،بیھقی فی شعب الایمان عن عمر ، کنز العمال ج۸ ص۴۶۴ رقم ۲۳۶۷۶ و اوردہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج۳ ص ۱۴۰ و فیہ ھلال بن عبدالرحمن وھو ضعیف حاشیہ کنزالعمال) .

''رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے اور اللہ سے سوال کرنے والا محروم نہیں ہوتا۔'' (کنز العمال، مجمع الزوائد)

حضرت زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رمضان کے مہینے میں ایک تسبیح رمضان کے علاوہ ہزار تسبیح سے افضل ہے۔(ترمذی کتاب الدعوات)

دُوسری چیز ''اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگنا'' ہے۔حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کونسا بندہ ایسا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : ''کُلُّکُمْ خَطَّاؤُوْنَ وَخَیْرُالْخَطَّائِیْنَ اَلتَّوَّابُوْنَ''(ترمذی، ابن ماجہ ، حاکم) یعنی تم سب خطاوار ہو اور اچھے خطاوار وہ ہیں جو توبہ واستغفار کرتے ہیں ۔اس لیے توبہ واستغفار کا معمول رکھا جائے آسان استغفار یہ ہے اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ میں اللہ جل شانہٗ سے جو میرا پروردگار ہے ہر ہر گناہ سے معافی مانگتا ہوں اور اُس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔اور صرف اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ ، اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ پڑھنا بھی استغفار ہے اور کافی ہے۔

تیسری چیز ''جنت کا سوال'' اور چوتھی چیز ''دوزخ سے پناہ'' ہے۔ان دونوں باتوں کے بارے میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ بالکل بجا ہے، واقعتاً یہ دونوں ایسی اہم تر ہیں کہ اِن کو مانگے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے اور کوئی شخص اِن سے بے نیاز نہیں، جب دُنیا کی گرمی سردی کی سہار نہیں تو دوزخ کیسے برداشت ہوگی اور جنت میں جائے بغیر کیسے سکون ملے گا؟ اس لیے موقع بموقع دل کی گہرائی سے جنت کا سوال کریں اور دوزخ سے پناہ مانگیں ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور دوزخ کے عذاب سے بچائے۔آمین۔

وفات حسرت آیات

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ ماہ کی ۹ر تاریخ کوڈیرہ اسمٰعیل خان میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.
حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس دور کے برگزیدہ بندوں میں تھے، ہر وقت ذکرو عبادت میں مشغول رہتے تھے، اِن کی وفات اہلِ علم ومعرفت کے لیے بڑا حادثہ ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ سے بہت زیادہ قلبی لگاؤ رکھتے تھے اور اِس کے لیے ہمیشہ دُعا گو رہتے تھے۔ اِن کی وفات سے ادارہ ایک عظیم سائے سے محروم ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اِس نقصان کی تلافی فرمائے اور حضرت خلیفہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، ان کے فیض کو تاحیات جاری فرمائے ان کے پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، اہلِ ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔
جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

قسط : ۱

دَلالی اور آڑھت کے احکام

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

بسم اللّٰہ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد !

دلال کا لفظ دو معنی میں بولا جاتا ہے :

(۱) ایک وہ دلال جو اُجرت پر لیکن اَجیر بنے بغیر بائع اور مُشتری کی ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور خود سودا نہیں کرتا، اِس کو انگریزی میں بروکر (Broker) کہتے ہیں۔

السمسارھو المتوسط بین البائع والمشتری باجر من غیران یستاجر

(ص ۶۴۵ ج ۴ ردالمحتار)

(۲) دُوسرا وہ دلال کہلاتا ہے جو بائع یا مشتری کی جانب سے اُجرت پر سودا کرتا ہے، اِس کو آڑھتی بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں اِس کو کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) کہتے ہیں۔

آڑھتی سے متعلق ایک حدیث کے مطلب کی وضاحت :

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال لا یبیع حاضرلباد . (مسلم)

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہری دیہات والے کے لیے فروخت نہ کرے''۔

حدیث کا یہی مطلب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

عن طاوس قال قلت لابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ما قولہ حاضرلباد قال لایکن لہ سمسارا. (مسلم)

طاوس رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حاضرلباد کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا شہری دیہات والے کے لیے دلال اور آڑھتی نہ بنے۔

کوئی شخص کسی دوسرے سے اپنا مال بکوائے یا ایک دوسرے کو کہے کہ میں تمہارا مال فروخت کرتا ہوں اِس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے پھر بھی حدیث میں جو ممانعت ہے وہ اِس پر محمول ہے کہ شہر کا دلال اور آڑھتی آئے

ہوئے مال پر اپنی اجارہ داری قائم کر کے مفادِ عامہ کے خلاف اقدام کرے مثلاً زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرے تاکہ زیادہ کمیشن دلالی اور آڑھت وصول ہو۔

غرض اگر شہری مفادِ عامہ کو پیشِ نظر رکھے اور صحیح داموں میں سودا فروخت کرے تو اِس کے دیہات والوں کے لیے دلال یا آڑھتی بننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بروکر دلال کی اُجرت :

(۱) اگر دلال (Broker) بائع و مشتری کے درمیان سودا کرانے کی کوشش کرتا ہے اور مالک خود فروخت کرتا ہے تو جیسا رواج ہو اُس کے مطابق دلال اپنی اُجرت بائع سے یا خریدار سے یا دونوں سے وصول کرسکتا ہے۔

ان سعی بینهما وباع المالك بنفسه یعتبرالعرف فتجب الدلالة علی البائع أو المشتری او علیهما بحسب العرف (ردالمحتار ص۴۶ ج۴)

(۲) اگر یہی دلال مالک کی اجازت سے شے کو خود فروخت کرے تو وہ بائع کا وکیل بن جاتا ہے اور صرف بائع سے اُجرت وصول کرسکتا ہے اِس صورت میں رواج کا اعتبار نہ ہوگا۔

الدلال ان باع العین بنفسه باذن ربها فاجرته علی البائع ولیس له اخذ شیء من المشتری لانه هوالعاقد حقیقة وظاهره انه لا یعتبر العرف هنا لانه لاوجه له . (ردالمحتار ص۴۶ ج۴)

(۳) بائع اور مشتری دونوں کو درمیان کے آدمی کا بروکر ہونا معلوم ہو :

بروکر کے طور پر کام کی اُجرت کے مستحق بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بائع اور مشتری دونوں ہی کو اِس کا علم ہے کہ یہ شخص بروکر کے طور پر کام کرتا ہے، صرف بائع یا صرف مشتری کو علم ہونا کافی نہیں ہے مثلاً :

(i) ایک شخص کی گاڑی میں کوئی پرزہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ گاڑی والا مکینک (مستری) کو کہتا ہے کہ تم چل کر مجھے دِلوادو۔ مستری مالک کو ایک دُکان پر لے جاتا ہے اور پرزہ پسند کرواتا ہے۔ سودا دُکاندار اور مالک کے درمیان ہوتا ہے اب مستری یہ چاہے کہ چونکہ وہ گاہک لایا ہے لہٰذا دُکاندار اِس کو دلالی کے طور پر کچھ حصہ دے تو اگرچہ دکاندار اِس پر راضی ہو اور وہ اپنے نفع میں سے مستری کو حصہ دے اور گاہک سے اصل قیمت سے

کچھ زائد وصول نہ کرے تب بھی یہ جائز نہیں ہے کیونکہ گاہک نے اِس کو بروکر سمجھ کر پُرزہ دِلوانے کو نہیں کہا۔

(ii) ڈاکٹر مریض کو ایکسرے یا ٹیسٹ لکھ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فلاں لیبارٹری سے کرواؤ۔ ڈاکٹر کا اُس لیبارٹری سے معاہدہ ہے کہ وہ مریض بھیجنے پر اِتنی دلالی لے گا۔ یہ جائز نہیں کیونکہ مریض کو ڈاکٹر کا بروکر کے طور پر کام کرنا معلوم نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ جب بیچ کے آدمی کا بروکر اور دلال ہونا معلوم نہ ہو تو آدمی اُس سے ہمدردی کی بنیاد پر تعاون طلب کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اُس کی بے لوث رہنمائی کرے گا جبکہ بروکر دلال اپنے مفاد کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور اِس کے کام میں بے لوث رہنمائی نہیں ہوتی، اِس طرح سے رہنمائی لینے والے فریق کو دھوکہ ہوتا ہے۔

کمیشن ایجنٹ دلال کی اُجرت :

دلال اُجرت کا اُس وقت مستحق بنتا ہے جب وہ کام پورا کرلے مثلاً جب آڑھتی سامان فروخت کرلے اُس وقت وہ اُجرت لینے کا مستحق بنتا ہے۔

ولا یستحق المشترک الاجرحتی یعمل کالقصارونحوہ کفتال وحمال ودلال وملاح . (ردالمحتار ص ۴۴ ج۵)

بروکر اور کمیشن ایجنٹ کا فیصد کے حساب سے اُجرت لینا جائز ہے :

قال فی التتارخانیة وفی الدلال والسمسار یجب اجرالمثل وما تواضعوا علیه ان فی کل عشرة دنانیر کذا فذلك حرام علیهم وفی الحا وی سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال ارجوانه لا باس به وان کان فی الاصل فاسدا لکثرة التعامل.(ردالمحتار ص ۴۴ ج۵)

کمیشن ایجنٹ دلال کی اُجرت معین کرنا ضروری ہے اگرچہ فیصد کے حساب سے ہو :

(ا) زید کے پاس ایک گاڑی ہے جو وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایک شوروم والے کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میری گاڑی فروخت کردیں۔ قیمت میں سے دو لاکھ مجھے دیں اور اُوپر جتنی رقم ملے وہ آپ رکھ لو۔ شوروم والے وہ گاڑی سوا دو لاکھ میں فروخت کر کے دو لاکھ زید کو دیتے ہیں اور پچیس ہزار اپنے پاس رکھتے ہیں، تو یہ

جائز نہیں کیونکہ گاڑی سوا دو لاکھ میں فروخت ہوئی وہ کل رقم گاڑی کا بدل ہے اور چونکہ گاڑی زید کی تھی لہٰذا گاڑی کا کل بدل بھی زید کی ملکیت ہوا۔ ایسی صورت میں پوری قیمت زید کی ہے اور شورُوم والوں کو اپنے کام کی مارکیٹ ریٹ کے مطابق اُجرت ملے گی جس کو ''اُجرتِ مثل'' کہتے ہیں لیکن چونکہ اُجرت نامعلوم رکھنے سے گناہ بھی ہوتا ہے اِس لیے ضروری ہے کہ پہلے ہی سے اُجرت طے کر لی جائے اگرچہ وہ فیصد کے حساب سے ہو۔

(۲) زید نے ایک دکاندار سے کپڑے کے چند تھان لیے اور گھوم پھر کر اُن کو فروخت کیا۔ حاصل شدہ قیمت دُکاندار کی ہوگی البتہ زید کو مارکیٹ ریٹ کے حساب سے کمیشن یعنی اُجرتِ مثل ملے گی۔

بازار کے کسی آدمی سے سودا بکوایا تو اُس کی اُجرت کے استحقاق میں دار و مدار بازار والوں کے رواج پر ہوگا :

بازار میں ایک شخص کو یا دکاندار کو کہا کہ ہمارا سامان فروخت کر دو اور اُجرت کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ سامان فروخت کر کے اُس شخص نے اُجرت کا سوال کیا تو بازار والوں کے رواج کو دیکھیں گے، اگر اُن میں رواج ہو کہ اُجرت پر کام کرتے ہیں بغیر اُجرت کے نہیں کرتے تو اُس شخص کو اُجرتِ مثل ملے گی ورنہ نہیں۔

استعان برجل فی السوق لیبیع متاعه فطلب منه اجرا فالعبرة لعادتهم ای لعادة اهل السوق فان کانوا یعملون باجر یجب اجرالمثل والا فلا .

(ردالمحتار ص۲۹ ج۵)

کمیشن ایجنٹ پر تاوان :

کمیشن ایجنٹ کے پاس مالک کا سامان بطورِ امانت ہوتا ہے لہٰذا اِس میں امانت کے احکام جاری ہوتے ہیں اور مال کے ضائع ہونے کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ کمیشن ایجنٹ کا قصور و کوتاہی ہے یا نہیں؟ اگر اُس کے پاس مال کسی قدرتی آفت سے ہلاک ہوا یا چوری ہوا یا کوئی اور حادثہ پیش آیا جس میں کمیشن ایجنٹ کی کچھ کوتاہی نہ ہو تو نقصان مالک کا ہوگا، اور اگر مال کے ضائع ہونے میں کمیشن ایجنٹ کی کوتاہی کو دخل ہو تو اُس کو مال کا تاوان بھرنا پڑے گا۔ مسلم دلال جو کمیشن پر کسی کا مال گھوم پھر کر بیچتا ہو اُس نے اگر دُکاندار سے لیا ہوا مال کسی دوسرے دُکاندار کے پاس امانت کے طور پر رکھا اور دوسرے دُکاندار کے پاس وہ مال ہلاک و ضائع ہو گیا تو اُس دلال پر

لازم ہوگا کہ وہ مالک دُکاندار کو مال کا تاوان ادا کرے، دوسرے دُکاندار پر تاوان نہ آئے گا۔

لوطاف به الدلال ثم وضعه فی حانوت فهلك ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانه مودع المودع (ردالمحتار ص ۳۱۷ ج۴)

(قوله ضمن الدلال بالاتفاق) هذا اذا وضعه امانة عند صاحب الدكان

اگر دلال نے مال دوسرے دُکان دار کے پاس اِس غرض سے رکھا تاکہ وہ اُس کو اِس سے خرید لے پھر دوسرے دُکاندار کے پاس وہ مال ضائع ہوگیا تو اِس صورت میں دلال پر تاوان نہیں آئے گا۔

اما لووضعه عنده ليشتريه ففيه خلاف فقيل يضمن لانه مودع وليس للمودع ان يودع وقيل لا يضمن فی الصحيح لانه امرلابدمنه للبيع (ردالمحتار ص ۳۱۷ ج۴)

کمیشن ایجنٹ مالک کے لیے مال کی قیمت کا ضامن نہیں بن سکتا :

چونکہ کمیشن ایجنٹ خود مالک کا ایجنٹ اور نمائندہ ہوتا ہے اگرچہ اُجرت پر ہوتا ہے اِس لیے وہ مالک کے لیے فروخت شدہ مال کی قیمت کا ضامن نہیں بن سکتا کہ مالک سے یوں کہے کہ میں فلاں کو تمہارا مال فروخت کرتا ہوں اگر اُس نے قیمت ادا نہ کی تو میں قیمت کا ضامن ہوں گا۔

ضمان الدلال والسمسار الثمن لابائع باطل لانه وكيل بالاجر (ردالمحتار ص ۳۱۷ ج۴)

کمیشن اور دلالی سے متعلق چند اور مسائل :

مسئلہ : آڑھتی اور کمیشن ایجنٹ بعض اوقات بیوپاریوں کا مال آگے اُدھار فروخت کرتے ہیں لیکن خود بیوپاریوں کو نقد ادائیگی کر دیتے ہیں اِس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ مال فروخت ہونے اور قیمت وصول ہونے سے پہلے بیوپاری مال کی قیمت کا مستحق نہیں بنتا اور اِسی طرح آڑھتی بھی قیمت وصول ہونے سے پہلے کمیشن کا مستحق نہیں بنتا۔ اِس کی متبادل ایک صورت یہ ہے کہ آڑھتی بیوپاری سے خود مال خرید لے اور آگے اپنے نفع کے ساتھ اِس کو اُدھار فروخت کرے۔ اس کی متبادل دوسری صورت یہ ہے کہ مال وصول ہونے پر آڑھتی بیوپاری کو

قیمت کے برابر قرض دیدے۔ پھر جب آڑھتی کو قیمت وصول ہو جائے تو وہ بیوپاری سے معاملہ برابر سرابر کرلے۔

مسئلہ : دُکان پر ملازم رکھا اور یہ طے ہوا کہ جو نفع ہوگا اُس کا دس فیصد ملازم کو ملے گا تو یہ صحیح ہے۔ اور اگر یوں طے پایا کہ کل آمدن (income) کا مثلاً دو فیصد ملازم کو ملے گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر ملازم کی بنیادی تنخواہ مقرر ہو پھر یہ طے پائے کہ وہ جتنی بکری (sale) کرائے گا اُس پر اُس کو مثلاً پانچ فیصد کمیشن مزید ملے گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : حکیم یا ڈاکٹر کسی دوا فروش سے یوں معاملہ طے کرے کہ جتنے نسخے ہم تمہارے پاس بھیجیں گے اُن کا پانچ فیصد ہم کو دینا تو اگرچہ دوا فروش اِس کو تسلیم بھی کرلے تب بھی یہ معاملہ درست نہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی بروکر دلائل اُس وقت بنتا ہے جب بائع اور مشتری دونوں کو علم ہو کہ درمیان کا آدمی دلال ہے۔

مسئلہ : جو لوگ کسی ادارے کے عہدیدار ہوں خواہ اعزازی یا تنخواہ دار اور جو باقاعدہ تنخواہ پر ملازم ہوں یہ جب ادارے کے لیے کوئی خریداری کریں اور اُس پر کچھ فروخت کنندہ سے کمیشن وصول کریں اگرچہ فروخت کنندہ نے اپنے واجبی نفع میں سے دی ہو تو وہ رشوت ہے اور حرام ہے۔

مسئلہ : کمپنی اپنی مصنوعات میں مثلاً پینٹ کی کمپنی پینٹ کے ڈبے میں کاریگر کے لیے جو نقدی رکھتی ہے وہ کمیشن نہیں رشوت ہے۔

مسئلہ : زید بکر سے کہتا ہے کہ جب تم منڈی جاؤ تو میرے لیے فلاں سامان خرید لانا۔ اِس کام کے لیے کوئی اُجرت طے نہیں ہوئی بلکہ اِس کے برعکس دونوں جانتے ہیں کہ یہ کام بغیر اُجرت کے ہے۔ بکر منڈی سے اپنے تعلقات کی وجہ سے تھوک کے ریٹ سے بھی کم پر خرید لیتا ہے۔ بکر نے جو زائد رعایت حاصل کی ہے اُس کو وہ کمیشن کے طور پر خود نہیں رکھ سکتا کیونکہ کمیشن پر خریدنا طے نہیں ہوا اور بکر زید سے صرف اُتنی رقم لے سکتا ہے جو اُس نے سامان خریدنے میں ادا کی ہے۔

البتہ اگر بکر کا معمول اور کاروبار ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو منڈی سے اُجرت و کمیشن پر مال لاکر دیتا ہے تو اِس صورت میں وہ زید سے بھی اپنا کمیشن وصول کرسکتا ہے جبکہ کمیشن کے بغیر لانا طے نہ ہوا ہو۔

بیوپار، ٹھیکدار یا زمیندار کا آڑھتی و کمیشن ایجنٹ سے قرض لینا :

یہ رواج پڑا ہوا ہے کہ اکثر بیوپاری اور ٹھیکدار کسی آڑھتی کے پاس مال لانے کے لیے قرض (ایڈوانس)

لیتے ہیں اِس کے بعد مال لاتے ہیں یعنی بیوپاری کا کسی آڑھتی کے پاس مال لانا اِس کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ آڑھتی اس کو قرض دے۔

آڑھتی بھی بیوپاری کو اپنا پابند کرنے کے لیے خود اُس کو بلا طلب قرض (Advance) دیتا ہے۔ اس نظام کو مزید پختہ کرنے کے لیے منڈی کے آڑھتیوں میں اجتماعی طور پر یہ ضابطہ طے پاتا ہے کہ اگر مقروض بیوپاری اپنا مال کسی اور آڑھتی کے پاس لے جائے تو اُس آڑھتی پر لازم ہوگا کہ وہ حاصل شدہ آڑھت اور کمیشن قرض دینے والے آڑھتی کو ادا کرے۔ علاوہ ازیں اکثر آڑھتی بیوپاری کا لایا ہوا کچھ مال نسبتاً کم داموں پر خود خرید لیتے ہیں اور بیوپاری زیرِ بار ہونے کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔

بیوپاری، ٹھیکدار اور زمیندار کے قرض لینے اور آڑھتی کے قرض دینے کا موجودہ رواج مفاسد پر مشتمل ہے جن میں سے چند ایک اُوپر ذکر بھی ہوئے ہیں اِس لئے اِس رواج کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر کبھی کسی بیوپاری کو کسی مجبوری سے قرض لینے کی نوبت آجائے اور آڑھتی اُس کو قرض دینے پر راضی ہو تو مندرجہ ذیل اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے :

(۱) بیوپاری وغیرہ کو اِس بات کا پابند نہ کیا جائے کہ وہ مال صرف قرض دینے والے آڑھتی کے پاس لائے۔

(۲) آڑھتی بیوپاری کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُس سے کم نرخ پر سامان نہ خریدے کیونکہ ایک تو اِس میں دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانا ہے اور دوسرے اپنے دیئے ہوئے قرض پر نفع اُٹھانا ہے جو سود کی صورت ہے۔

(۳) یہ ضابطہ اور قانون کہ ''فروخت کرنے والے آڑھتی پر لازم ہوگا کہ وہ حاصل شدہ کمیشن اور آڑھت قرض دینے والے آڑھتی کو دے'' ناجائز ہے اور قرض دینے والے آڑھتی کو اِس کا لینا حرام ہے کیونکہ کام دوسرے نے کیا ہے اِس نے نہیں کیا لہٰذا ایک تو وہ دوسرے کا حق مارتا ہے اور دوسرے وہ یہ رقم اپنے قرض کی بنیاد پر لیتا ہے تو یہ کھلا سود ہے۔

تنبیہ : جیسے اُوپر ذکر ہوا چونکہ بیوپاری وغیرہ کو قرض دینے کا رواج ہے اور جتنا زیادہ قرض دیا جائے اور جتنے زیادہ بیوپاریوں کو دیا جائے اُتنا زیادہ کام بڑھتا ہے تو آڑھتی لوگوں کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے ہیں اور اُن

کو Sleeping Partner بنالیتے ہیں۔ یہ شراکت بالکل غلط اور ناجائز ہے کیونکہ ایک تو شراکت میں جمع کی ہوئی رقم کسی کاروبار میں نہیں لگتی بلکہ صرف قرض میں دی جاتی ہے اور دوسرے آڑھتی سرمائے پر نہیں بلکہ اپنی محنت پر کمیشن وصول کرتا ہے لہٰذا اِس کمیشن میں بھی شراکت نہیں ہوسکتی۔

کمیشن ایجنٹ دلالی کی چند جدید صورتیں :

(ا) فاریکس (FOREX) کمپنیاں :

اِن سے مراد وہ کمپنیاں ہیں جو اپنے مؤکلین اور عالمی تجارتی مراکز میں موجود دلالوں کے درمیان کمیشن ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہیں :

> " A commission house between the clients and brokerage houses in the various finance trading centres of the world."

اس کا طریقہ بعض کمپنیوں کے یہاں یہ ہے کہ کمپنی میں دس ہزار ڈالر جمع کرا کے آپ اُس کے رکن بن جاتے ہیں۔ کمپنی والے پھر آپ کی رہنمائی کرتے ہیں کہ آپ کب اور کون سی کرنسی خریدیں کہ جس کو بعد میں فروخت کر کے نفع کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ ہر کرنسی کی خرید کی کم سے کم مقدار مقرر ہوتی ہے جس کو ایک لاٹ (Lot) یا کھیپ کہا جاتا ہے۔

جب آپ کسی کرنسی کی ایک لاٹ خریدنا چاہیں اور کمپنی کو اپنا آرڈر دیں تو کمپنی اُن جمع شدہ دس ہزار ڈالر میں سے دو ہزار ڈالر بطور بیعانہ یا سیکورٹی کے مختص کر لیتی ہے اور آرڈر اپنے مرکزی دفتر کو پہنچا دیتی ہے جو آرڈر کی تکمیل کر کے لاٹ کی خرید کی اطلاع دیتا ہے۔

یہ خرید دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نقد جس کو Spot / Cash Trading کہتے ہیں اور دوسری بیع سلم قسم کی جس کو Future Trading کہتے ہیں۔ Future Trading میں یہ طے پاتا ہے کہ بائع ایک مقرر مدت کے بعد طے شدہ مہینے میں فلاں تاریخ کو وہ لاٹ مہیا کرے گا اور قیمت کی تعیین بھی کر لیتے ہیں۔ عام طور سے جو سودے کیے جاتے ہیں وہ Future Trading کے ہوتے ہیں۔

آپ کمپنی کے ذریعہ سے جب کوئی لاٹ خریدتے ہیں تو خواہ بعد میں آپ کو فائدہ ہو یا نقصان ہو کمپنی

آپ کے لیے وہ سودا کرانے پر آپ سے مثلاً پچاس ڈالر کمیشن وصول کرتی ہے۔ پھر آپ نے جو لاٹ خریدی ہے اگر خریداری کے دن ہی آپ نے وہ آگے فروخت کروادی تو کمپنی صرف اپنا کمیشن وصول کرے گی اور اگر فروخت میں کچھ دن لگ گئے تو کمپنی کمیشن کے علاوہ مثلاً پانچ ڈالر یومیہ کے حساب سے آپ سے سود وصول کرے گی۔

اس کاروبار میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں :

(i) سود کا معاملہ کرنے کی اور سود کی ادائیگی کی نوبت آتی ہے۔

(ii) ایک کرنسی سے دوسری کرنسی خریدیں تو کم از کم ایک جانب سے پوری ادائیگی سودے کے وقت ہونی ضروری ہے۔

باع فلوسا بمثلها اوبدراهم اوبدنانير فان نقد احدهما جاز وان تفرقا بلا قبض احدهما لم يجز .(دُرمختار)

لانه يكون افترا اقا عن دين بدين وهو غير صحيح (ردالمحتار ص ۱۹۲ ج۴)

(iii) کرنسی میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب (Forex) کے کاروبار کی صورت ہی صحیح نہیں تو اُس کے لیے دلالی کرنا بھی جائز نہیں اور اِس پر جو کمیشن لیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

(۲) سٹاک مارکیٹ میں شیئرز کی دلالی :

کسی پبلک کمپنی کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے چند سرمایہ دار اور پھر عوام سرمایہ مہیا کرتے ہیں اور مثلاً اِس کے ہر پچاس روپے کو ایک حصہ (Share) کہا جاتا ہے۔ اس طرح سے مشترک مال حاصل ہوتا ہے، اِس کے بعد بنیادی سرمایہ فراہم کرنے والے کچھ لوگوں کو کمپنی کا ڈائریکٹر مقرر کیا جاتا ہے جو اُجرت پر کمپنی کا کاروبار چلاتے ہیں۔ ڈائرکٹروں کی اُجرت سمیت تمام اخراجات منہا کرکے جو نفع ہوتا ہے اُس کو کل حصص پر تقسیم کردیا جاتا ہے۔ اگرچہ عرف عام میں اِس کو شرکت کہا جاتا ہے لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے یہ معاملہ مشترکہ مال میں اَجارہ کا ہے۔

کمپنیوں میں عام طور سے دو خرابیاں پائی جاتی ہیں :

(i) ڈائرکٹروں کی اُجرتیں مجہول ہوتی ہیں اور معاملہ کرتے ہوئے یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ کتنی اُجرت وصول کریں گے۔ اِس میں شک نہیں کہ اُن کی بنیادی تنخواہ متعین ہوتی ہے لیکن جو بھتے اور الاؤنسز

(Allowances) وہ لیتے ہیں وہ بھی تو اُجرت کا حصہ ہیں اُن کی مقدار متعین نہیں ہوتی اور مشاہدہ و مطالعہ سے معلوم ہے کہ وہ جہالت کچھ کم نہیں ہوتی کیونکہ الاؤنسز کے نام پر بنیادی تنخواہ سے کئی کئی گنا زیادہ وصول کیا جاتا ہے اور پھر سال بہ سال اِس میں تفاوت بھی بہت ہوتا ہے۔ اُجرت کے غیر متعین ہونے سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔

(ii) کمپنی کے آرٹیکلز میں یہ شق موجود ہوتی ہے کہ ڈائریکٹروں کو سود پر لین دین کا اختیار ہوگا اور وہ اِس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے تو اِس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے خریدتا ہے، چونکہ یہ شرط ناجائز ہے لہٰذا اِس سے بھی وہ اجارہ فاسد ہوا۔

اِن مذکورہ دو خرابیوں کی وجہ سے بھی شیئرز کی خرید و فروخت اور اِن کی دلالی سب ناجائز ہے۔

شیئرز کے کاروبار کے ناجائز ہونے کی مزید دو صورتیں یہ ہیں :

(i) اگر کمپنی حرام کاروبار میں ملوث ہو مثلاً وہ بینک ہو یا انشورنس کمپنی ہو یا شراب کے کاروبار کی کمپنی ہو یا کسی اور حرام کام کی کمپنی ہو تو اُس کے شیئرز کی خرید و فروخت اور اُن کی دلالی سب ناجائز ہے۔

(ii) جب شیئرز کی خرید و فروخت مقصود نہ ہو بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Difference) برابر کر لیا جائے تو یہ حرام ہے اور سود ہے اور جوا ہے۔ دلال کا اِس کام میں حصہ دار بننا بھی حرام ہے۔ (جاری ہے)

❁ ❁ ❁

بقیہ : سفرِ کوہاٹ کے احوال

اور طلباء کرام بڑی تعداد میں حضرت صاحب کے منتظر تھے۔ اکرام کے بعد خواہش مند حضرات نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی پھر وہاں سے سیدھا پشاور روانگی ہوئی اور دن کے بارہ بجے حیات آباد میں بھائی محمود احمد صاحب کے گھر دن کا کھانا کھانے کے بعد تین بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور رات کے دس بجے بخیریت گھر پہنچ گئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ بندے کو بھی حضرت صاحب کی خدمت کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ان بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بار ہا ہمیں اپنے بزرگوں اور حضرت شیخ مولانا سید محمود میاں صاحب کی خدمت کا موقع عطا فرمائیں۔

دعاؤں کا طلبگار خالد عثمان کرک (سمندری بانڈہ)

❁ ❁ ❁

شبِ قدر قرآن و سنت کی روشنی میں

﴿ حضرت مولانا جلیس احمد صاحب قاسمی ﴾

رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی رات رکھی ہے جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے وہ رات شبِ قدر ہے جس کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک پوری سورت (سورۃ القدر) نازل فرمائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے کلام پاک کو شبِ قدر میں اُتارا یعنی قرآن پاک کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر اِسی رات میں اُتارا، اِس رات کی فضیلت کے لیے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ قرآن جیسی مقدس کتاب اِس رات میں نازل ہوئی لیکن پھر آگے ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے، اِس رات میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اپنے رب کے حکم سے ہر اچھے کام کے لیے، اور وہ مومنین پر سلامتی بھیجتے رہتے ہیں، یہ رات اپنے فضائل و برکات کے ساتھ طلوعِ فجر سے لے کر صبح صادق تک رہتی ہے، ایسا نہیں کہ رات کے کسی حصہ میں برکت ہو اور کسی حصہ میں نہ ہو بلکہ صبح صادق ہونے تک اِن تمام فضائل و برکات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس رات کو ہزار مہینوں سے بھی افضل قرار دیا ہے، ہزار مہینوں کے تراسی (۸۳) برس چار ماہ ہوتے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اِس ایک رات کو اللہ رب العزت کی عبادت میں گزار دیں تو گویا انھوں نے تراسی (۸۳) برس چار ماہ سے زائد کو عبادت میں گزار دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قدردانوں کے لیے یہ بہت بڑا انعام و اکرام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل مجدہ نے شبِ قدر صرف میری اُمت کو عطا فرمائی اِس سے قبل کسی بھی اُمت کو یہ رات نہیں دی گئی۔

اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں کہ صرف اِسی اُمت کو اِس فضیلت سے کیوں نوازا گیا؟ بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی اُمت سے پہلی اُمتوں کو دیکھا کہ اُن کو بڑی لمبی لمبی عمریں دی گئیں تھیں اور میری اُمت کی عمریں بہت کم ہیں، اگر میری اُمت اعمال کے اعتبار سے پہلی اُمتوں کا مقابلہ کرنا چاہے تو محال ہے، یہ خیال کر کے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہوا، تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اِس کمی کو پورا کرنے کے لیے یہ

رات اُمت محمدیہ کو عطا فرمائی، اگر کسی خوش قسمت کو زندگی میں چند مبارک راتیں مل گئیں تو گویا اُس نے ہزاروں سال عبادت کرلی، اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا انعام واکرام ہے کہ اس نے پچھلی اُمتوں کو لمبی لمبی عمریں عطا فرما کر زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کا موقع دیا، اور اس اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمریں اللہ تعالیٰ نے بہت کم رکھیں، تو رمضان، شب قدر، عشرۂ ذی الحجہ وغیرہ عطا کرکے پچھلی اُمتوں سے بہت زیادہ نیکیاں کمانے کا موقع دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس رات کو بندوں سے پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ اِس کی تلاش کریں اور متعدد راتوں میں عبادتوں میں مشغول ہوکر اپنے رب سے دُعاء واستغفار کرکے بے پناہ ثواب پائیں۔

اس کے لیے کوئی رات حتمی طور پر متعین نہیں لیکن عام طور سے اِس رات کا رمضان المبارک کی آخری راتوں میں پائے جانے کا زیادہ امکان ہے جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شب ِقدر اِن طاق راتوں میں تلاش کرو، وہ طاق راتیں یہ ہیں، ۲۱ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں، ۲۹ویں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ سے ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس رات کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس لیے جو شخص بھی اِس رات سے محروم رہ گیا گویا کہ وہ بڑے اجروثواب سے محروم رہ گیا یقیناً اُس شخص سے بڑا محروم القسمت کون ہوسکتا ہے جس کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آئے اور جس مہینہ میں لیلۃ القدر بھی ہو اور وہ اُس کی قدر نہ کرے۔ ایک ملازم معمولی پیسوں کی خاطر راتوں کو جاگ سکتا ہے لیکن اِس رات کے لیے جو اپنے اندر بے شمار فضائل وبرکات رکھتی ہے اِس رات میں جاگ کر فضائل وبرکات کو اپنے دامن میں بھرے تو بھلا کیا دقت ہے، اصل بات یہ ہے کہ اب وہ تڑپ ہی نہ رہی جو ہم میں ہونا چاہیے تھی، نہیں تو ایک رات کیا سینکڑوں راتوں کو جاگ کر گزارا جاسکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب ِقدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور ہر اُس شخص کے لیے جو اِس رات میں کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو اُس کے لیے دعا کرتے ہیں، اور تمام فرشتے آمین کہتے ہیں اور جب عید کا دن ہوتا ہے تو باری تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں اِس لیے کہ فرشتوں نے انسان

کی پیدائش پر طعن کیا تھا اور یہ اعتراض کیا تھا کہ ایسی مخلوق کو کیوں پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے گی، فرشتوں نے کہا کہ ہم کافی ہیں آپ کی تسبیح بیان کرنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

اور اِس رات کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اِسی رات میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی اور اِسی رات میں حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اور اِسی رات کے اندر جنت میں درخت لگائے گئے اور اِسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے اور اِسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی اور اِسی رات کو ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلامتی ہوتی ہے اور فرشتوں کی ایک جماعت آتی ہے دوسری جاتی ہے اور بھی بہت سے خصوصیتیں ذکر کی گئی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہمیں شب ِقدر کے حصول کی جستجو کرنی چاہیے بالخصوص رمضان المبارک کی آخری طاق راتوں میں خوب محنت سے عبادت، توبہ، استغفار اور دُعا میں مشغول رہنا چاہیے، اگر تمام رات جاگنے کی ہمت نہ رکھتا ہو تو جس قدر بھی ہو سکے جاگے اور نفل نماز، قرآن پاک کی تلاوت، ذکر و تسبیح میں منہمک رہے اور اگر اتنا بھی نہ کر سکے، تو کم از کم عشاء، تراویح اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کا خاص طور سے اہتمام کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے شب قدر معلوم ہو جائے تو کیا دُعا مانگوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت خاص طور سے یہ دعا مانگی جائے :

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے بھی معاف فرمادے۔

ایک مجلس کی تین طلاق

احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

﴿ حضرت مولانا ابوطلحہ قاسمی خیر آبادی، انڈیا ﴾

تین طلاق کا جواز اور وقوع، احادیثِ صحیحہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ ع

خود کو بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

آج کل ایک مجلس کی تین طلاق کا مسئلہ پورے ہندوستان بلکہ عالمی پیمانے پر اُچھالا جارہا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک مانی جائے گی تین نہیں اور انتہائی جرأت و بے باکی سے کہا جارہا ہے کہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک حدیث بھی مجلس کی تین طلاق کی حمایت میں وارد نہیں ہوئی ہے اور طلاقِ ثلاثہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری حاصل نہیں ہے'' اور یہ بھی کہا جارہا ہے کہ ''طلاق انسان کا بنایا ہوا قانون ہے اور دعوٰی کرنا کہ طلاق کا قانون وحی پر مبنی ہے کھلی بے ایمانی ہے''۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک بیوی کو طلاق دینا انتہائی مبغوض اور مکروہ فعل ہے، طلاق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبْغَضُ الْحَلَالُ کہا ہے (رواہ ابن ماجہ: 2018) اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہوجائے تو (مطلقاً طلاق کے بجائے) باہمی صلح و مصالحت کا طریقہ اختیار کرو بایں طور کہ شوہر کے گھرانے سے ایک ذمہ دار شخص اور عورت کے گھرانے سے ایک ذمہ دار شخص صلح و مصالحت کی کوشش کریں (سورۂ نساء: ۳۵) لیکن اگر صلح و مصالحت سے کام نہ چلے اور میاں بیوی میں اتفاق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو مجبوراً طلاق جیسے مبغوض عمل کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ اب شوہر کتنی طلاق دے، ایک، دو، یا تین نیز تین طلاق دینے کی صورت میں ایک ہی طہر میں تینوں دے یا الگ الگ طہر میں اور اگر ایک طہر میں تین طلاق دے رہا ہے تو ایک مجلس میں دینا چاہیے یا الگ الگ مجلس میں۔

ان سب چیزوں کا بیان مندرجہ بالا آیت میں نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض کا بیان قرآن کریم کی دوسری آیات میں ہے اور بعض چیزوں کا بیان قرآن کریم میں سرے سے ہے ہی نہیں، ان کا ذکر صرف احادیث صحیحہ میں ہے جس کی تفصیل مَالَهٗ وَمَا عَلَيْهِ کے ساتھ درج ذیل ہے۔

طلاق کی قسمیں :

طلاق کی تین قسمیں ہیں :

(۱) ''طلاق احسن'' یعنی شوہر بیوی کو ایک طلاق دے، ایسے طہر میں جو جماع سے خالی ہو اور اُسی حالت میں بیوی کو چھوڑ دے تا آنکہ عدت پوری ہو جائے یا رجوع کرنا چاہے تو زمانہ عدت میں رجعت کر لے۔

(۲) طلاق کی دوسری قسم ''طلاق حسن'' ہے یعنی مدخول بہا عورت کو تین طلاق الگ الگ طہر میں دے

(۳) تیسری طلاق کو ''طلاق بدعی'' کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق (الگ الگ مجلس میں) دے۔ (ہدایہ ۱/۲۲۱، مطبوعہ بیروت، ۱۹۹۵ء)

اول الذکر دو قسموں کا ذکر قرآن و حدیث دونوں میں موجود ہے، پہلی قسم کا ذکر قرآن کی اِس آیت میں ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ (سورہ طلاق ۱) اے نبی ﷺ جب آپ طلاق دیں عورتوں کو تو اُن کو طلاق دیجئے اُن کی عدت پر، یعنی طہر میں طلاق دیجئے تا کہ اُس کے بعد والا حیض عدت میں شمار ہو جائے اور حدیث سے یہ قید بھی ثابت ہے کہ اُس طہر میں صحبت نہ کی ہو چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دے دی، حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے اِس کا ذکر کیا تو آپ ناراض ہو گئے اور کہا کہ ابن عمر کو رجوع کر لینا چاہیے اور بیوی کو نکاح میں باقی رکھنا چاہیے تا آنکہ عورت کو دوسرا حیض آجائے اور اُس حیض سے پاک ہو جاوے تو اب اگر ابن عمر کو مناسب معلوم ہو تو بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو، الخ۔ (نسائی ۳۳۹۱، بخاری ۵۲۵۱، مسلم ۱۴۷۱، ابن ماجہ ۲۰۱۹)

طلاق کی دوسری قسم کا ذکر اِس آیت میں ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (سورہ بقرہ :۲۲۹) طلاق رجعی دو بار ہے، اِس کے بعد دستور کے موافق بیوی کو رکھنا ہے یا بھلے طریقے سے چھوڑ دینا ہے یعنی طلاق جس میں رجعت ہو سکے کل دو بار ہے، ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے، پھر عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی، ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو وہ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے گا تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جبتک کہ دوسرا خاوند اِس سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لیوے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اور طلاق کی دوسری قسم کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث میں ہے کہ سنت طریقے پر طلاق یہ ہے کہ شوہر ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو، پھر عورت کو حیض آوے اور حیض سے پاک ہو جائے تو دوسری طلاق دی جائے پھر عورت تیسرے حیض سے بھی پاک ہو جائے تو تیسری طلاق دے اور اب عورت ایک حیض عدت گزارے گی (اخرجہ النسائی ۳۳۹۴، وابن ماجہ ۲۰۲۱)

اور مذکورہ دونوں قسموں کا مجموعی ذکر اس آیت میں ہے : وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (سورہ بقرہ ۲۳۱) جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق الگ الگ طہر میں دینے کی صورت میں رجعت کا حق صرف عدت تک ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے یا تو رجعت کرے (اگر بھلے طریقے پر رکھنا ہے) یا بھلے طریقے پر چھوڑ دے اور عدت گزر جائے۔

مندرجہ بالا تینوں آیتوں میں اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ دو طلاق تک شوہر کو عدت کے زمانے میں رجعت کا حق باقی رہتا ہے، عدت گزرنے کے بعد رجعت کا حق باقی نہیں رہتا ہے بلکہ دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا اور تین طلاق دینے کی صورت میں زمانہ عدت میں نہ تو رجعت کا حق باقی رہتا ہے اور نہ ہی عدت کے بعد اِس سے نکاح درست ہے جب تک دوسرا شوہر اِس سے نکاح کر کے صحبت نہ کرلے۔

قرآن کریم میں طلاق کی صرف دو قسموں کا ذکر کرنے کی حکمت و مصلحت دوسری آیت میں ملتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (سورہ طلاق :۲) وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (سورہ طلاق :۴) لَا تَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (سورہ طلاق :۱) یعنی طلاق کی بابت جو اللہ سے ڈرے اور اُس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق طلاق دے تو ممکن ہے کہ اللہ اُس پر رحم و کرم اور نرمی کا معاملہ کریں اور کوئی سبیل پیدا فرمادیں بایں طور کہ طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ شوہر کے دل میں بیوی کی محبت پیدا کر دیں اور شوہر بیوی کو چاہنے لگے اور رجعت کرلے اور ظاہر ہے کہ تین طلاق دینے کی صورت میں رجعت نہیں کر سکتا۔

مندرجہ بالا آیتوں میں سے کسی ایک بھی آیت میں تیسری قسم کا بیان ہے ہی نہیں کہ جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دیں تو اُس کا کیا حکم ہے؟ قرآن نے اِس کا ذکر ہی نہیں چھیڑا ہے بلکہ اس کا ذکر صرف احادیثِ صحیحہ شریفہ میں آیا ہے، اس لیے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ماننے پر قرآن کریم سے استدلال

جس طرح غلط ہے اس سے کہیں زیادہ غلط یہ نظریہ ہے کہ ''ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماناجائے، تین ماننا قرآن کے خلاف ہے۔'' اس لیے کہ جب قرآن میں سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں ہے تو ایک ماننے کو قرآن کے حکم کے موافق اور تین ماننے کو قرآن کے خلاف بتانا کہاں کا انصاف ہے؟ اور تمام اصولیین کے نزدیک یہ قاعدہ مسلَّم ہے کہ جب کوئی حکم قرآن میں مذکور نہ ہو تو احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور احادیث کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور اِس صورت میں حدیث ''جآء بحکم لم یزکر فی القرآن الکریم '' کے قبیل سے ہوگی۔

طلاق ثلاثہ اور ائمہ مجتہدین :

پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاق کی بابت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ (جو اسلام کے سب سے اعلیٰ اور ممتاز ترین ماہر قانون تھے) کا نظریہ ذکر کریں گے کہ اِن حضرات نے ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک مانا ہے یا تین، پھر اُن احادیث و آثار کو ذکر کریں گے جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کا ذکر ملتا ہے کہ ان احادیث و آثار میں آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے کیا فیصلے اور فتوے صادر فرمائے۔

امام نوویؒ ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں ائمہ اربعہ کا نظریہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ علماء کا اُس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو اپنی بیوی سے انت طالق ثلاثا کہے (میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں)۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور جمہور علماء سلف وخلف اس بات کے قائل ہیں کہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔ (شرح نووی علی صحیح مسلم: ۵/ ۳۲۸، تحقیق حازم محمد واصحابہ، طباعت: ۱۹۹۵ء)

امام نوویؒ کے اِس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ائمہ اربعہ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی مانا ہے، ایک نہیں مانا۔ لیکن افسوس غیر مقلدین پر نہیں ہے بلکہ حیرت اور تعجب اُن لوگوں پر ہے جو اپنے آپ کو مقلد بھی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے بھی ہیں، پھر بھی ائمہ اربعہ کے مسلک کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے پر اصرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین ماننا اسلامی انصاف اور قانون کو مسخ کرنا ہے۔ اب ہم اُن احادیث کو ذکر کریں گے جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کا ذکر ملتا ہے۔

طلاق ثلاثہ اور احادیث :

(۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک صحابیؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اُس عورت نے دوسرا نکاح کرلیا۔ دوسرے شوہر نے بھی (قبل الوطی) طلاق دے دی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے مرد کے

لیے حلال ہوگئی ؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح لطف اندوز نہ ہولے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۶۱، صحیح مسلم: ۱۴۳۳) ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے والے حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث میں "طلق امرأته ثلاثاً" میں ثلاث سے مراد ثلاثِ مفرقہ ہے یعنی یہ تینوں طلاقیں ایک مجلس میں نہیں دی گئی تھیں اس لیے اِس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز پر استدلال فاسد ہے۔

لیکن اِن حضرات کا ثلاث سے "ثلاثِ مفرقہ" (تین طہر میں ایک ایک کر کے طلاق دینا) مراد لینا غلط ہے بلکہ ثلاث سے مراد ثلاث مجموعہ (ایک ہی دفعہ تینوں طلاق دینا) ہے کہ صحابی نے دفعتاً واحدہ (ایک مجلس میں) تینوں طلاق دی تھیں، ثلاثِ مفرقہ مراد لینا خلاف ظاہر ہے اور اِس پر کوئی قرینہ بھی موجود نہیں ہے، اس کے برعکس مجموعہ مراد لینا ظاہر لفظ کے عین مطابق ہے، نیز ثلاث مجموع کے متعین ہونے کی تائید امام بخاریؒ جیسے حدیث داں اور محدث کے ترجمۃ الباب سے ہوتی ہے، موصوف اِس حدیث پر یوں باب قائم کرتے ہیں، **باب من جوز الطلاق الثلاث**. اور شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ ترجمۃ الباب کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں: **هذا يُرجح أن المراد بالترجمة بيان من أجاز الطلاق الثلاث ولم يكرهه**، اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب کا مقصد اس امر کا بیان ہے کہ تین طلاقوں کو جائز قرار دیا اور اُس کو مکروہ نہیں سمجھا۔ (فتح الباری: ۹/ ۳۶۷)

(۲) ایک مجلس کی تین طلاق کے جائز اور آپ ﷺ سے ثابت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رفاعہ قرظیؓ کی بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول: **ان رفاعة طلقنى فبت طلاقى** کہ رفاعہ نے مجھے طلاق قطعی دے دی (عدت گزرنے کے بعد) میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا۔ لیکن اُن کے اندر قوت رجولیت ختم ہوگئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا! شاید تمہاری خواہش یہ ہے کہ پھر رفاعہ کی زوجیت میں چلی جاؤ، ایسا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ (عبدالرحمٰن) تم سے اور تم اُس سے لطف اندوز نہ ہولو۔ (بخاری: ۵۲۶۰)

حضرت عائشہؓ کی پہلی حدیث اور یہ حدیث دونوں الگ الگ ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے اِسی کو راجح قرار دیا ہے اور دونوں احادیث کو الگ الگ واقعہ پر محمول کیا ہے۔

مجلس کی تین طلاق کا انکار کرنے والے اِس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں **طلاق البته** کا ذکر ہے تین طلاق کا ذکر نہیں ہے لیکن یہ کہنا کم علمی کی دلیل ہے اس لیے کہ خود امام بخاریؒ نے کتاب اللباس میں

اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اِس میں " **ثلاث تطلیقات**" ہے کہ رفاعہ نے تین طلاق دی تھی ، **طلاق البتہ** (مغلظہ) نہیں دی تھی ، یہ راوی کا اپنا بیان ہے۔

اس کے بعد بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اس تین طلاق سے کیا مراد ہے؟ ''ثلاث مجموعہ'' مراد ہے کہ ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دی تھی یا ''ثلاثِ مفرقہ'' مراد ہے کہ الگ الگ مجلس میں طلاق دی تھی۔ مجلس کی تین طلاق کا انکار کرنے والے ثلاثِ مفرقہ ہی مراد لیتے ہیں لیکن امام بخاریؒ کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ رفاعہ نے ایک مجلس میں تینوں طلاق دی تھیں اور آپ ﷺ نے تینوں طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ فرمایا جیسا کہ حلالہ کی بات سے پتہ چلتا ہے لہٰذا تین طلاق کے منکرین کی بات یہاں بھی غلط ثابت ہوگئی اور مجلس کی تین طلاق کا جواز اور ثبوت اِس حدیث سے بھی ثابت ہوگیا (تفصیل کے لیے دیکھئے، فتح الباری: ۹/ ۳۶۷، ۴۶۸)

(۳) فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں: **طلقنی زوجی ثلاثاً وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللّٰہ** ﷺ (میرے شوہر حفص بن عمرو نے مجھے تین طلاق دے دی اور وہ یمن کے سفر میں تھے، آپ ﷺ نے اِس کو جائز یعنی نافذ قرار دیا) (اخرجہ ابن ماجہ ۲۰۲۴)۔

اس روایت میں اضطراب دکھلانے کی بے جا کوشش کی جاتی ہے کہ بعض روایت میں ہے کہ پہلے فاطمہ کو دوطلاق دی گئی تھیں پھر تیسری طلاق دی اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حفص نے ''طلاق البتہ'' دی تھی اور بعض روایت میں مطلق طلاق کا ذکر ہے تعداد کا ذکر ہی نہیں ہے۔ (دیکھئے: التعلیق المغنی علی الدار قطنی: ۴/ ۱۱)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حفص نے تین طلاق دی تھیں اور ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دی تھیں، اس لیے کہ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کے پاس کچھ لوگوں نے ایک مجلس کی تین طلاق کو مکروہ ہونے کا تذکرہ کیا، ابو سلمہ نے کہا کہ حفص بن عمرو نے فاطمہ بنت قیس کو ایک مجلس میں تین طلاق دی تھیں لیکن کسی روایت سے ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے اِس پر نکیر فرمائی ہو۔ (اخرجہ الدار قطنی: ۴/ ۱۱)

الغرض مذکورہ روایت میں اضطراب نہیں ہے بلکہ دار قطنی کی روایت کی وجہ سے تین طلاق کی روایت کو ترجیح دی جائے گی اور حدیث مضطرب میں سے کسی ایک کو دوسرے پر راجح قرار دینے کے بعد اِس کا اضطراب ختم ہوجاتا ہے، رہا یہ سوال کہ دار قطنی کی روایت کو ترجیح کیوں دی گئی تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے الفاظ کا اختلاف ختم ہو جاتا ہے اور اُن کے درمیان تطبیق ہوجاتی ہے، ورنہ کم از کم دار قطنی کی روایت کو ترک کرنا

پڑے گا اگر ترجیح کی کوئی دوسری صورت اختیار کی گئی۔

نیز امام ابن ماجہ ؒ کی تبویب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حفص نے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دی تھیں، موصوف اِس حدیث پر یوں عنوان لگاتے ہیں: **من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد** جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی تطلیق کی مذکورہ روایت کو بہ سند ذکر کیا ہے۔

(۴) شروع میں حضرت ابن عمرؓ کی تطلیق (طلاق دینے) کی جو حدیث گزری ہے اُس کے بعض طرق میں حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں : **فقلت (ابن عمرؓ) یارسول اللّٰہ أرأیت لو أنی طلقتہا ثلاثا أکان یحل لی أن أراجعہا ؟قال: لا،کانت تبین منک وتکون معصیة (اخرجہ البیہقی: ۷/۳۳۴)** صحیحین کے الفاظ یہ ہیں: **وکان عبد اللّٰہ (بن عمرؓ)اذا سئل عن ذالک قال ان کنت طلقتہا ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجاً غیرہ .**

بیہقی کی روایت کی وجہ سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ اس میں حضرت ابن عمرؓ نے ثلاث مجموعہ کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا ہے کہ کلمہ واحدہ میں تین طلاق دینے کے بعد رجعت کرنا درست ہے یا نہیں (یعنی تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں یا نہیں)۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اب رجعت نہیں کر سکتے، اس لیے کہ طلاق کے بعد رجعت کا حق ختم ہو جاتا ہے اور تین طلاق دینا (ایک مجلس میں) گناہ ہے۔

اس روایت میں ثلاث مجموعہ کے متعین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حالتِ حیض میں بیوی کو ایک طلاق دی، اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ حیض سے پاک ہو جانے کے بعد طہر میں پھر طلاق دوں گا پھر حیض سے پاک ہو جانے کے بعد تیسری طلاق دوں گا، جب آپ ﷺ کو اِس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے صرف حیض میں طلاق دینے پر نکیر فرمائی کہ تم کو پہلی طلاق حیض کے بجائے طہر میں دینا چاہیئے تھا، سنت طریقہ یہی ہے، تم رجعت کر لو۔ پھر آپ ﷺ نے سنت طریقے کی وضاحت بھی فرما دی تاکہ بقیہ دو طلاق کے استعمال میں ابن عمرؓ غلطی نہ کریں، اگرچہ اُن کا ارادہ پہلے ہی سے تھا کہ بقیہ دو طلاق طہر میں دوں گا۔ (امام ابن تیمیہؒ نے "منتقی الاخبار" میں ابن عمرؓ کے تطلیق کے قصہ میں دارِ قطنی کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اُس کا مفاد وہی ہے جو بھی ہم نے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو: **منتقی الاخبار مع شرحہ نیل الاوطار: ۴/۳۲۱، رقم ۲۸۵۲)**

اس حدیث میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ثلاث مفرقہ کا حکم خود آپ ﷺ نے پہلے ہی حضرت ابن عمرؓ کو

بتادیا تھا، دوبارہ ابن عمرؓ جیسا شخص اِس کے بارے میں پھر سوال کرے یہ ممکن نہیں ہے۔

بیہقی کی روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اِس میں ایک راوی عطاء خراسانی ہے اور یہ ضعیف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابن معین، امام ابوحاتم، امام نسائی، دارقطنی اور ابن سعد وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور عطاء سنن اربعہ اور مسلم کے رجال میں سے ہیں، لہٰذا اِن کو ضعیف کہنا غلط ہے۔ دیکھئے: تہذیب التہذیب/۷/۲۱۳، ۲۱۴، عطاء خراسانی کا ترجمہ)

(۵) حضرت عویمر عجلانیؓ کے لعان کی حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے، اُس حدیث کے آخر میں حاضر واقعہ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں :

فتلا عنا وأنا مع الناس عندرسول اللّٰہ ﷺ ، فلما فرغاقال عویمر: کذبت علیھا یا رسول اللّٰہ ان أمسکتھا ، فطلقھا ثلاثاً قبل أن یأ مرہ رسول اللّٰہ ﷺ . (بخاری ۵۲۵۹، مسلم ۱۴۹۲)

ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: **فطلقھا ثلاث تطلیقات عند رسول اللّٰہ ﷺ فانفذہ رسول اللّٰہ ﷺ . (سنن ابی دا ؤد ، حدیث ۲۲۵۰)**

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں (عویمر اور اُن کی بیوی) نے لعان کیا اور میں بھی لوگوں کے ساتھ حاضر خدمت تھا، جب میاں بیوی لعان سے فارغ ہوگئے تو عویمرؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں نے اس کو نکاح میں روک لیا تب تو میں نے اس پر غلط الزام لگایا ہے (اور الزام جھوٹا نہ ہونے کی وجہ سے) حضرت عویمرؓ نے بیوی کو تین طلاق دے دیں، آپ کی طرف سے حکم صادر ہونے سے پہلے ہی، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ عویمر نے بیوی کو تین طلاق دیں اور آپ ﷺ نے تینوں کو نافذ بھی کردیا۔

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ حضرت عویمرؓ نے لعان کے بعد ایک ہی مجلس میں تین طلاق دی تھیں جیسا کہ ظاہر لفظ سے پتہ چلتا ہے لیکن اِس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ لعان میں میاں بیوی کے درمیان جدائی نفس لعان سے ہوجاتی ہے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے جب عویمرؓ اور اِن کی بیوی لعان سے فارغ ہوگئے تو ان کے درمیان فرقت ہوگئی، اب عویمرؓ کا طلاق دینا غیر محل (اجنبیہ) میں تھا (دیکھئے: نیل الاوطار:۴/۳۲۱۔ تحقیق

عادل عبدالموجود واصحابہ، مطبوعہ بیروت، طباعت ۲۰۰۰ء)

حافظ ابن حجرؒ نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ اِس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز پر استدلال اس بات سے ہے کہ جب حضرت عویمرؓ نے آپ ﷺ کے سامنے ایک مجلس میں تین طلاق دیں تو آپ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی ، اگر تین طلاق دینا (ایک مجلس میں) ناجائز اور حرام ہوتا تو آپ ﷺ ضرور نکیر فرماتے، قطع نظر اِس سے کہ فرقت تو نفس لعان سے ہوگئی یا نہیں ، ان کی بیوی محل طلاق تھی یا نہیں (دیکھئے : فتح الباری ۹/ ۳۶۷)۔

(٦) سوید بن غفلہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ شہید کردیئے گئے تو حسن بن علی کی بیوی عائشہؓ خثعمیہ نے آکر حضرت حسنؓ سے کہا: آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسنؓ نے کہا: امیر المومنین کی شہادت پر مجھے مبارکباد دیتی ہے، جا ! تجھے طلاق دیتا ہوں (ایک روایت میں تین طلاق کا ذکر ہے، دیکھئے، دارقطنی :۴/ ۳۰)

اور حضرت حسنؓ نے کہا: اگر میں نے اس کو طلاق بائن نہ دی ہوتی تو میں اِس سے رجعت کرلیتا، مگر میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق دے ہر طہر میں ایک طلاق یا ہر مہینے کے شروع میں ایک طلاق یا بیک وقت (ایک مجلس میں) تین طلاق دے تو اُس کے لیے وہ عورت حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے (اخرجہ الدارقطنی :۴/ ۳۱، والبیہقی : ۷/ ۳۳۶)۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاق دے چکنے کے بعد رجوع کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ متفرق طور پر تین طہر میں تین طلاقیں دینے کے بعد حرام ہے، اگر دفعتاً تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کی کوئی امکانی صورت باقی ہوتی تو حضرت حسنؓ ضرور مراجعت فرمالیتے۔

اس حدیث پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بقول مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی غیر مقلد یہ ہے کہ اِس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں، پہلا راوی عمرو بن ابی قیس ہے اور دوسرا اسلمہ بن فضل ہے اور یہ بھی اُن کے بقول ضعیف ہے۔(دیکھئے التعلیق المغنی علی الدارقطنی :۴/ ۳۱)

لیکن غیر مقلد صاحب کا یہ اعتراض اصول حدیث کے پیشِ نظر کوئی وزن نہیں رکھتا اور مذکورہ حدیث حسن سے کسی طرح کم نہیں ہے کیونکہ عمرو بن ابی قیس سے امام بخاریؒ نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور امام ابوداوٗد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے اِن سے استدلال کیا ہے، ابن حبان اور ابن شاہین ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور امام بزار

ان کو مستقیم الحدیث سے یاد کرتے ہیں (ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب: ۹۴/۸)۔

اسی طرح سلمہ بن فضل کی امام ابن معین نے ایک روایت میں توثیق کی ہے، علامہ ابن سعد اِن کو ''ثقہ صدوق'' کہتے ہیں، امام ابوداؤد بھی اِن کو ثقہ کہتے ہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اِن کے بارے میں خیر ہی معلوم ہے۔(دیکھئے تہذیب التہذیب لابن حجر: ۱۵۳/۴)

آثارِ صحابہؓ :

ایک مجلس کی تین طلاق کے جواز اور وقوع پر احادیث صحیحہ مرفوعہ سے استدلال کے بعد اب ہم صحابہ کرامؓ کے فتاوٰی اور آثار کو ذکر کر رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے مجلس کی تین طلاق کو ایک نہیں مانا بلکہ تین مانا ہے اور وہ آثار درج ذیل ہیں :

(۱) مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں، حضرت ابن عباسؓ خاموش رہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ ابن عباسؓ بیوی کو اِس آدمی کے نکاح میں لوٹا دیں گے، پھر ابن عباسؓ نے کہا: تم لوگ حماقت کا کام کرتے ہو پھر آ کر چلاتے ہو، اے ابن عبّاس، اے ابن عبّاس، اللہ فرماتا ہے: **ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً**، اور تم اللہ سے نہیں ڈرتے اس لیے میرے یہاں تمہارے لیے کوئی سبیل نہیں ہے، تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی۔(اخرجہ ابوداؤد: ۲۱۹۷، دارقطنی: ۱۳/۴)

(۲) حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دیں، حضرت ابن عبّاسؓ نے کہا تمہارے لیے کافی تھا کہ تین طلاق دے دیتے اور بقیہ نو سو ستانوے ترک کر دیتے۔(دارِقطنی ۱۲/۴)

(۳) مدینہ میں ایک مسخرے آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دیں، حضرت عمرؓ کے پاس استفتاء آیا، آپؓ نے کہا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اُس آدمی نے کہا نہیں، میری نیت طلاق کی نہیں تھی میں تو مذاق کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس کو کوڑے لگائے اور کہا کہ تین طلاق دینا کافی تھا۔(عبدالرزاق فی المصنف ۱۱۳۴۰، بیہقی: ۳۳۴/۷)

(۴) ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہیں، آپ

نے فرمایا: تین طلاق نے بیوی کوتم پر حرام کر دیا ہے یعنی بقیہ نوسوستانوے لغو ہو گئیں۔ (بیہقی ۷/۳۳۵)

(۵) محمد بن ایاس کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ ، ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن العاصؓ تینوں سے اُس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو قبل الدخول طلاق دے دی، تینوں نے کہا عورت اِس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کرلے (ابوداؤد: ۲۱۹۹) بیہقی کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ نے اِس آدمی کی مذمت نہیں کی کہ اس نے تین طلاق کیوں دی اور نہ ہی عبداللہ بن عمروؓ نے یہ کہا کہ تین طلاق دے کر تم نے بہت برا کام کیا۔ (اخرجہ البیہقی: ۷/۳۳۰)

(۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی بیوی تماضر بنت الاصبغ کو کلمہ واحدۃ (ایک مجلس میں) تین طلاق دے دیں، عبدالرحمٰن کے شاگرد ابوسلمہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کسی صحابی رسول نے آپ پر نکیر کی ہو۔ (دارِ قطنی: ۴/۱۲)

(۷) مسلمہ بن جعفر احمسی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ جعفر بن محمد سے پوچھا کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس نے نادانی میں بیوی کو طلاق دے دی تو اُس کو سنت کی طرف لوٹایا جائے گا یعنی ایک طلاق واقع ہوگی اور اس بات کو آپ سے روایت کرتے ہیں۔ جعفر بن محمد نے کہا: اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ہم نے اِس طرح کی بات نہیں کہی ہے بلکہ جس نے تین طلاق دی تو اُس کے قول کا اعتبار ہوگا یعنی تین طلاق واقع ہوگی۔ (اخرجہ الامام البیہقی: ۷/۳۴۰)

طلاق ثلاثہ کے اِن ناقابل تردید حقائق وشواہد کے باوجود ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے پر اصرار کے پس پردہ نفسانی خواہشات کی پیروی کے علاوہ اور کون سا جذبہ ہوسکتا ہے، اور اب تو مسلمانوں کا ایک روشن خیال طبقہ مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا مطالبہ بھی کرنے لگا ہے اور بڑے جذباتی انداز میں تین طلاق کے حکم کو کالعدم قرار دینے اور عورتوں کو طلاق کا حق دینے کی تحریک چلا رہا ہے، ایسے تجدد پسندوں میں تقلید کے مخالفین نمایاں نظر آتے ہیں۔

اگر ایسے دانشور حضرات واقعی مسلمانوں کے ہمدرد ہوتے اور اسلام کی حقیقت پر دل سے ایمان رکھتے تو طلاق ثلاثہ کو ختم کرنے کا مطالبہ کرنے کے بجائے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کی تحریک چلاتے کہ تین طلاق دینا اگرچہ جائز ہے لیکن اسلام نے اِس حرکت کو مبغوض ترین عمل قرار دیا، اِس جائز پر عمل نہ کرنا ہی افضل

ہے، کسی ایسے عمل کے جواز سے جس کی قباحت بھی واضح انداز میں بیان کردی گئی ہے بچنا اصل امتحان اور دینی بیداری کا ثبوت ہے، مگر جدید ذہن کے دانشوروں کو تو اسلام میں تحریف کرنے کا اتنا ارمان ہے کہ وہ کسی طرح سے بھی اسلام کو جدید نصرانیت سے ہم آہنگ کرنے کے مشتاق ہیں۔ اُن کو اسلام کی کاملیت اور جامعیت پر فخر نہیں بلکہ مغربیت کی نقالی کرنے اور اسلامی قوانین پر اعتراض کرکے اپنے آپ کو روشن خیال مسلمان ثابت کرنے کا جنون ہے۔

ان حضرات سے میری تو یہی گزارش ہے کہ رسماً اسلام کو تھامنے کے بجائے یہ نفس پرست مفکرین اپنا کوئی نیا راستہ ہی اختیار کرلیں نہ مسلمانوں کو اِن کے مشوروں کی ضرورت ہے نہ اسلام کو اِن کی حاجت ہے، نہ ہی ایسے افراد مغربیت کے لیے موزوں ہیں اس لیے کہ خمیر میں ہندوستانیت ہے، مزاج میں مغربیت ہے، زبان پر مسلمانوں سے ہمدردی اور دل میں لیڈرشپ اور اقتدار کی ہوس، یہ زرخرید ذہن والے صرف اخبار کی سرخیوں میں رہنے اور ملت کے نام پر فتنہ انگیزی میں مشغول رہنے کے شوقین ہیں، بہرحال یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ایسے افراد ہر دور میں گزرے ہیں۔

جہاں تک عورت کو حق طلاق دینے کی بات ہے تو اسلام نے کب منع کیا ہے، اگر آپ واقعی اتنے حساس ہیں تو اپنی بیوی کو حق طلاق تفویض کردیجئے، اپنے بچوں کو حکم دیں کہ وہ نکاح کرتے وقت اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار سونپ دیں، پھر عورت کی بالادستی کا یورپی منظر اپنے گھروں میں عملاً دیکھیں، انشاء اللہ ایک بھی عالم دین نہیں کہنے جائے گا کہ آپ نے عورت کو طلاق دینے حق کیوں دے دیا ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ علماء کرام قانون بنا کر عورتوں کو اسلام کی طرف سے طلاق دینے کا ویسا ہی حق دے دیں جیسا کہ یورپ میں کورٹ میرج میں مرد وعورت دونوں کو ایک دوسرے کو طلاق دینے کا حق ہوتا ہے، تو اسلام بہرصورت ایسا حق عورتوں کو نہیں دے سکتا، وہ مردوں کو ''قوام'' کہتا ہے تو اس کے بعد عورتوں کو قوام بنانا خلافِ فطرت بھی ہے اور خلاف عقل بھی ہے، پہلے دانشواران قوم مرد وعورت کی تخلیقی حقیقت، مزاج وطبیعت کو سنجیدگی سے مطالعہ وتحقیق کے ذریعہ جانیں پھر اِس موضوع پر لب کشائی کریں۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند/ مئی ۲۰۰۵ء)

گلدستہ احادیث — حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

دو خصلتیں جن کے اپنانے پر انسان کو صابر و شاکر قرار دیا جاتا ہے

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : خَصْلَتَانِ مَنْ کَانَتَا فِیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا، مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ فَوْقَہٗ فَاقْتَدٰی بِہٖ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلٰی مَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا صَابِرًا ، وَمَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِہٖ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنَہٗ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاہُ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَہٗ فَاَسِفَ عَلٰی مَافَاتَہٗ مِنْہُ لَمْ یَکْتُبْہُ اللّٰہُ شَاکِرًا وَلَا صَابِرًا .(ترمذی بحوالہ مشکٰوۃ ص۴۴۸)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا حضرت (عبداللہ بن عمروؓ) سے اور وہ رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس میں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اُسے صابر و شاکر لکھتے ہیں، ایک یہ کہ جب وہ شخص دینی معاملہ میں ایسے آدمی کو دیکھے جو اِس سے برتر ہو تو اُس کی اقتدا کرے، دوسرے یہ کہ جب وہ شخص اپنی دُنیا کے معاملہ میں اُس آدمی کو دیکھے جو اُس سے کم تر ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور اُس کا شکر ادا کرے کہ اُس نے اِسے اِس شخص پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ صابر و شاکر لکھتے ہیں۔ اور جو شخص ایسا ہو کہ اپنے دینی معاملہ میں تو اپنے سے کم تر پر نظر رکھے اور دُنیاوی معاملہ میں اپنے سے برتر پر نظر رکھے اور اُس چیز پر رنج و غم کرے جس سے وہ محروم ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نہ شاکر لکھتے ہیں نہ صابر۔

ف : مذکورہ حدیث شریف میں اول الذکر شخص کے بارہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے صابر وشاکر لکھتے ہیں اِس سے مراد یہ ہے کہ اُسے مومن کامل بنادیتے ہیں اور مؤخر الذکر شخص کو صابر و شاکر قرار نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے کمالِ ایمان کی جن دو خصلتوں کا مذکورہ حدیث پاک میں تذکرہ کیا گیا ہے اُن میں سے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا بلکہ اُن کے برخلاف اُس نے جزع وفزع اور شکوہ وشکایت کو اختیار کیا۔

قسط : ۲،آخری

حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ

احوال و آثار

﴿ جناب محمد عرفان شجاع صاحب، ناظم تعلیمات صفہ اکادمی لاہور ﴾

حضرت شیخ عطارؒ کی شہادت :

تاتاریوں نے صفر ۶۱۸ھ میں نیشاپور کا محاصرہ کیا جب اِس محاصرہ میں چنگیز خان کا داماد قتل ہوا تو نیشاپور میں قتل عام کا حکم ہوا اور اُس کے قصاص میں جانوروں کو بھی تہہ تیغ کیا گیا۔ اسی بلا میں حضرت شیخؒ نے بھی کسی تاتاری کے ہاتھوں شربت شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک نیشاپور میں ہے۔ [۱]

اس کے علاوہ وہ تمام باتیں جو مشہور کردی گئی ہیں اُن کے بارہ میں ڈاکٹر محمد استعلامی لکھتے ہیں :

" بعضی از تذکرہ نویسان در چگونگی شہادتِ عطار اقوالِ نادرست وافسانہ مانندافسانہ نوشتہ اند"۔ [۲]

"بعض تذکرہ نویسوں نے شیخ عطارؒ کی شہادت کے بارہ میں بہت سے غلط اقوال اور افسانوی روایات نقل کی ہیں"۔

شیخؒ کی اس قدر شہرت کے باوجود اُن کے حالات کا واضح طور پر موجود نہ ہونا باعثِ حیرت ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ گم نام رہنا چاہتے تھے، کہ باوجود تصنیفات کثیرہ اپنے ذاتی حالات بہت کم نقل کیے ہیں آپ کی طبیعت میں مسکنت اور کسر نفسی جاگزیں تھی۔ ایک دن کسی نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص بطریق حلال روزی کماتا ہے یعنی یہودیوں سے جزیہ وصول کرکے اپنا پیٹ پالتا ہے اس سے اچھی کمائی اور کیا ہوسکتی ہے؟ شیخؒ نے فرمایا: میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں ننگ دوجہاں ہوں اگر سو یہودی بھی مجھ سے جزیہ لیں تو کم ہے۔

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء: ڈاکٹر محمد استعلامی، دیباچہ از مؤلف ص ۴۰ [۲] تذکرۃ الاولیاء: ڈاکٹر محمد استعلامی، دیباچہ از مؤلف ص ۴۰

رفیقی گفت با من کان فلانی — حلالی می خورد قوت جهانی
که جزیه از یهودان می ستاند — درآن جامی خورد به زینکه د اند
بدو گفتم که من آن می نوانم — من آن دانم که از ننگِ جهانم
که باید صد جهود بس پریشان — که تا خوا هند از من جزیه ایشان [1]

آثار حضرت شیخ عطارؒ :

جہاں حضرت شیخؒ کے حالات زندگی کے حوالہ سے بے سروپا باتیں مشہور ہیں، وہیں ان کی تصانیف وآثار کے بارہ میں ابہام پایا جاتا ہے۔ حافظ محمود شیرانیؒ فرماتے ہیں:

''شیخ عطارؒ کی تصنیفات کی بابت عجیب وغریب بیانات دیئے گئے ہیں بعض نے ایک سوکتابوں کا اُن کو مالک جانا ہے''۔ [2]

مزید لکھتے ہیں :

''شیخ فریدالدین عطارؒ اگرچہ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں اور نہ کسی جدید فرقے کے پیشوا ہیں لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اُن کی شہرت سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے مختلف فرقوں نے ان کو اپنی اپنی اخوت کا رُکن بنانے کی کوشش کی ہے۔ ''جواہر الذات'' میں فنافی المنصور کی حیثیت سے دکھائے گئے ہیں۔ ''مظہر العجائب'' میں ایک اثناعشری شیعہ کے لباس میں پیش کیے گئے ہیں۔ ''حیدرنامہ'' میں انھیں حیدری بنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اُن کی تصنیفات جو ہر قسم کے شک وشبہہ سے پاک ہیں یہ ہیں۔

(۱) اسرارنامہ (۲) الٰہی نامہ (۳) پندنامہ (۴) دیوان (۵) تذکرۃ الاولیاء (۶) خسرونامہ (۷) شرح القلب (۸) منطق الطیر (۹) مصیبت نامہ (۱۰) مختارنامہ۔ رہی باقی پچیس کتابیں، اُن میں سے چودہ غیر عطارؒ ثابت ہوچکی ہیں، باقی کتابیں یہ ہیں۔

(۱) اخوان الصفاء (۲) اشترنامہ (۳) بلبل نامہ (۴) حقائق الجواہر (۵) حیدرنامہ (۶) سیاہ نامہ (۷) لسان الغیب (۸) کنزالبحر (۹) نزہت الاحباب (۱۰) ولدنامہ (۱۱) ہفت وادی۔ اِن میں سے اشترنامہ،

---

[1] مقالاتِ شیرانی ج ۵ ص ۴۵۲ [2] مقالاتِ شیرانی ج ۵ ص ۴۸۶

بلبل نامہ، نزہت الاحباب اور ہفت وادی میری نظر سے گزر چکی ہیں لیکن اُن کا تبصرہ بعض وجوہ کی بناء پر سردست ملتوی کرتا ہوں۔ لسان الغیب اور حیدر نامہ............ یہ دونوں کتابیں علی الاعلان مجھول مانی جاسکتی ہیں یہی کیفیت حقائق الجواہر کی ہے۔ کنزالبحر اور کنزالاسرار اصل میں ایک ہی کتاب ہے۔ ۱

مزید فرماتے ہیں :

''مذکورہ بالا مختلف فہرستوں سے یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ شیخ عطارؒ کا کلام خود اُن کے اپنے زمانہ میں مدون نہیں ہوا تھا اُن کی وفات ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ چنگیزی طوفان ایران کو زیروزبر کر رہا تھا۔ اس لیے اس عہد میں بھی اس کے جمع کیے جانے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ آٹھویں صدی کی کوئی چیز کسی کتب خانہ میں موجود نہیں، نویں صدی کی متعدد چیزیں ملتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عطارؒ کی تصنیفات اہلِ ذوق جمع کرنے لگے ہیں اور چونکہ کوئی قدیم کلیات موجود نہیں اس لیے اپنے اپنے مجموعوں میں مختلف مثنویاں جمع کر رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان مجموعوں میں مختلف چیزیں شامل ہوگئی ہیں۔ کلیات ایک طرف ستے اور سبعے ایک دوسرے سے نہیں ملتے، نہ اُن میں کسی ترتیب کا لحاظ ہے جیسا اور شعراء کے کلیات میں دیکھا جاتا ہے۔ اس انتشار اور ابتری کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ عطارؒ کے کلیات میں دیگر شعراء کی تصنیفات سہواً شامل ہوگئیں۔ دوسرا یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے خاص خاص مقاصد کو مدنظر رکھ کر اپنی تصنیفات شیخؒ کے کلام میں شامل کر دیں اس لیے ضروری ہوا کہ ایک سرسری نظر ایسی کتابوں پر ڈالی جائے۔ ۲

تذکرۃ الاولیاء :

حضرت شیخؒ کی معروف ترین تصنیف ''تذکرہ الاولیاء'' ہے جس میں بہت سے اولیاء اللہ کے حالات درج کیے گیے ہیں۔ حضرت شیخؒ نے تذکرۃ الاولیاء کے مقدمہ میں اِس کے لکھنے کی بہت سی وجوہات بیان فرمائی ہیں جس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ

''خداوندا! سگی چند قدم براثر دوستان تو زد اورادر کارِ ایشان کردی، من

---

۱ مقالات شیرانی ج ۵ ص ۶۱۴ ۲ مقالات شیرانی ج ۵ ص ۴۹۲

نیز دعوٰی دوستی دوستان تومی کنم وخود را برفتراك ایشان می بندم''۔[۱]

''اے خدا! ایک کتے (اصحاب کہف کا کتا) نے چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ اُٹھائے، تو نے اُسے اُن کے ساتھ کر دیا (عاقبت میں)۔ میں بھی تیرے دوستوں کی دوستی کا دعوٰی کرتا ہوں اور ان کے فتراک میں خود کو نخچیر تصور کرتا ہوں''۔

یہ کہہ کر اللہ پاک سے اس کتاب کی مقبولیت کی دعا کرتے ہیں جو کہ ظاہر ہے اللہ کے ہاں نہایت مقبول ہے۔

انتشارات زوّار ایران نے ۱۹۹۶ء میں ڈاکٹر محمد استعلامی کا تحقیق شدہ انتہائی محقق نسخہ تذکرۃ الاولیاء شائع کیا ہے، ہمارے پیشِ نظر وہی نسخہ ہے۔ ڈاکٹر محمد استعلامی نے مختلف خطی اور شائع شدہ نسخوں کی مدد سے اِس نسخہ کو مدون کیا ہے اور ایک نہایت پر مغز دیباچہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس دیباچہ میں دو خطی نسخے (ایک کتب خانہ پیر الھدای ترکیہ اور دوسرا کتاب خانہ ملی تہران) کا ذکر کیا ہے جن میں ابواب کی تعداد ۷۲ ہے۔ اسی میں پروفیسر نکلسن کے مدون کیے ہوئے نسخے کا بھی ذکر ہے جس میں ابواب کی تعداد ۹۶ ہے۔ پروفیسر نکلسن نے آخری ۲۵ ابواب کو ملحقات تصور کرتے ہوئے اس کو ''ذکر متاخرین از مشائخ کبار'' کے نام سے لکھا ہے[۲] ڈاکٹر محمد استعلامی نے بھی اِن کے ملحقات ہونے کی بہت سی وجوہات لکھی ہیں جو قابلِ توجہ ہیں۔[۳] اس پیشِ نظر نسخہ کے مقدمۂ کتاب میں بھی حضرت شیخؒ نے ۷۲ ابواب ہی تحریر فرمائے ہیں جن کا آغاز حضرت جعفر صادقؒ سے ہوتا ہے اور اختتام حضرت منصور حلاجؒ کے ذکر پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء ہمارے یہاں نہایت پڑھی جانے والی کتاب ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں کے شائع شدہ تمام نسخے نہایت غیر محقق اور ترجمہ کے لحاظ سے انتہائی ناقص ہیں اور قریباً ایک ہی ترجمہ تمام ناشرین شائع کر رہے ہیں جس پر مترجم کا نام تک درج نہیں ہے۔ مقدمۃ الکتاب سمیت پوری کتاب کا ترجمہ نامکمل ہے جو مقامات مترجم کو مشکل معلوم ہوئے اُن کو حذف کر دیا گیا ہے۔ فہرست کتاب میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ کئی جگہ اپنی طرف سے اضافہ کیا گیا ہے جن کا اصل کتاب سے کوئی تعلق نہیں جس کی ایک مثال حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کنیت والا واقعہ ہے جو اصل کتاب میں نہیں ہے۔[۴]

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء ڈاکٹر محمد استعلامی ص ۱۰ [۲] ایضاً ص ۴۱، ۴۲ [۳] تفصیل کے لیے دیکھیں ملحقاتِ تذکرہ ص ۲۵ [۴] اس واقعہ کی تحقیق حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ نے کی ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں : ماہنامہ انوار مدینہ جلد ۱، شمارہ ۹

اسی طرح بہت سے نام اور مقامات غلط طور پر درج کیے گئے ہیں جہاں شریکؒ تھا وہاں شریحؒ لکھا ہے جہاں علی بن عثمان الجلابیؒ تھا وہاں بوعلی بن عثمانؒ لکھا ہے۔عتبہ بن الغلامؒ کو عتبہ العلام لکھا ہے یہاں تک کہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ کے شیخ مجدالدین بغدادیؒ کا اسم گرامی بھی امام محمد خوارزمی لکھا ہے۔غرضیکہ ہمارے ہاں دستیاب اُردو نسخے اس قدر اغلاط سے بھرے ہوئے ہیں اور ناقص ہیں کہ ان اغلاط کی تفصیل کے لیے ایک الگ مقالہ کی ضرورت ہے۔ان اغلاط کی روشنی میں ہمارے ہاں دستیاب ''تذکرۃ الاولیاء اُردو'' کی نسبت حضرت شیخ عطارؒ کی طرف کرنا درست معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کتاب سے ماخوذ ایک الگ کتاب معلوم ہوتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بارہ میں تحقیقی کام ہو کیونکہ اولیاء کے حالات معاشرہ میں تبدیلی پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہیں خصوصاً آج کے معاشرہ میں صوفیاء کے آثار کی اہمیت پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہے۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔(ادارہ)

دینی مسائل

﴿ نمازِ تراویح کا بیان ﴾

مسئلہ : رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنت ہے۔اس کی بھی تاکید آئی ہے، اِس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے ۔عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے، چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے چاہے چار چار رکعت کی ،مگر دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے، جب بیس رکعت پڑھ چکے تو وتر پڑھے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور پڑھ چکنے کے بعد معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کوئی ایسی بات ہو گئی تھی جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اُس کو عشاء کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے کیونکہ تراویح عشاء کے تابع ہے۔

مسئلہ : تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے اگر چہ قرآن مجید مہینہ تمام ہونے سے قبل ہی ختم ہو جائے مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو باقی دنوں میں بھی تراویح کا پڑھنا سنتِ موکدہ ہے۔

مسئلہ : محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت سنتِ کفایہ ہے۔لہٰذا اگر کسی محلّہ کے سب لوگ اپنی مسجد میں تراویح کی جماعت ترک کردیں تو وہ سب ترکِ سنت کے گناہ گار ہوں گے اور اگر بعض لوگوں نے مسجد میں جماعت کر لی تو باقی لوگوں کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائے گی۔ پھر باقی لوگوں نے اگر گھر میں اکیلے نماز پڑھی تو ترکِ سنت کے گناہ گار تو نہ ہوں گے البتہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہیں گے۔

مسئلہ : اگر کچھ لوگوں نے گھر میں جماعت سے نماز تراویح پڑھ لی تو اُن لوگوں نے جماعت کی فضیلت تو پالی لیکن مسجد کی جماعت کی فضیلت نہیں پائی کیونکہ تراویح کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔

مسئلہ : ایک مسجد کی مختلف منزلوں یا مختلف حصوں میں اگر مختلف حفاظ تراویح کی علیحدہ علیحدہ جماعت کرائیں تو یہ مکروہ ہے۔جب تک تراویح کی باقاعدہ جماعت رائج نہیں ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ٹکڑیوں میں جماعتیں کر لیتے تھے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت

شروع کرائی تو سب کو ایک امام پر جمع کر دیا اور متعدد جماعتوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

مسئلہ : اگر کہیں عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے، اس لیے کہ تراویح عشاء کے تابع ہے۔

مسئلہ : جہاں جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں اُن کے ساتھ شریک ہو کر اُس شخص کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہے جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے۔

مسئلہ : وہ شخص جس نے تراویح پڑھانی ہیں اُس نے اگر عشاء کے فرض تنہا پڑھے ہوں تو اُس کے لیے تراویح کی امامت مکروہ ہے لیکن اُس کے مقتدیوں کی نماز بلا کراہت صحیح ہوگی۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اُسے چاہیے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے پھر تراویح میں شریک ہو۔ اگر اِس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو اُن کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے۔

مسئلہ : اگر کسی نے تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اگر اُس کو قیام میں یاد آ گیا یعنی تیسری رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا تو چاہیے کہ لوٹے اور قعدہ کرے اور سجدہ سہو بھی کرے۔ اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر سجدہ سہو کر کے نماز سے فارغ ہو، اِس صورت میں اُس کی دو رکعتیں تراویح شمار ہوں گی اور دو رکعتیں نفل ہوں گی۔ جہاں تک قرأت کا تعلق ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں کی گئی قرأت کا اعادہ کر لے لیکن اگر وہ بہت زیادہ مقدار ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے گی تو اِس قول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ پڑھی ہوئی پوری مقدار معتبر ہوگی۔

مسئلہ : مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور لوگوں کو کاہلی اور سستی سے اِس کو ترک نہ کرنا چاہیے، ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا اُن کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گزرے اُسی قدر پڑھا جائے۔ **الم تر کیف** سے اخیر تک دس سورتیں پڑھ دی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت، پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو اِن ہی سورتوں کو دوبارہ پڑھ لے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

مسئلہ : ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاوقتیکہ لوگوں کا شوق معلوم نہ ہو جائے۔

مسئلہ : اگر تراویح کی قرأت میں غلطی ہوئی اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اُس کے بعد کی سورت یا آیت پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ اُس چھٹی ہوئی سورت یا آیت کو پڑھ کر پھر اسی پڑھی ہوئی کو دوبارہ پڑھے تاکہ ختم ترتیب کے موافق ہو، لیکن اگر صرف چھوڑی ہوئی کو پڑھ لیا اور پڑھی ہوئی کا اعادہ نہیں کیا تو یہ بھی کافی ہے۔

مسئلہ : تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھ لینا چاہیے اِس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورت کا جزو نہیں۔ پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے تو قرآن مجید کے پورا ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ سورۂ اخلاص (قل ھو اللّٰہ احد) کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آجکل بعض جگہ دستور ہے، مکروہ ہے۔

مسئلہ : نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے۔ ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے سے لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اِس سے کم بیٹھنے میں اختیار ہے۔ اِس دوران چاہے تنہا نوافل پڑھے یا تسبیح وغیرہ پڑھے چاہے چپ بیٹھا رہے۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح تین بار پڑھے :

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظْمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَنَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ .

مسئلہ : پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی اِس قدر بیٹھنا مستحب ہے، اِس ترویحہ میں دُعا کر لینا بھی کافی ہے۔

مسئلہ : وتر کو تراویح کے بعد جماعت سے پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ : جس شخص نے فرض اور تراویح تنہا ادا کیے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے۔

مسئلہ : بِلا عذر تراویح کی نماز بیٹھ کر پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ سلفِ صالحین کے دور سے چلے آنے والے عمل کے خلاف ہے۔

مسئلہ : مقتدی پہلے تو بیٹھ کر پڑھے اور جب امام رکوع میں جانے لگے تو کھڑا ہو جائے یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اِس میں منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ اسی طرح یہ بھی مکروہ تحریمی ہے کہ باوجود موجود ہونے کے رکعت کے شروع میں شریک نہ ہو اور جب امام رکوع میں جانے لگے اُس وقت نماز میں شریک ہو جائے۔

مسئلہ : پندرہ سال سے کم عمر کا لڑکا تراویح کا امام نہیں بن سکتا جبکہ وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

مسئلہ : سامع نابالغ ہو تب بھی اُس کو پہلی صف کے درمیان میں کھڑا کر سکتے ہیں، اِس میں کراہت نہیں۔

مسئلہ : داڑھی ٹھوڑی کے نیچے ایک مشت سے کم کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو تراویح کا امام بنانا جائز نہیں۔ اسی طرح جو شخص رمضان آنے پر داڑھی رکھ لیتا ہے اور رمضان کے بعد داڑھی مونڈ دیتا ہے یا شرعی حد سے چھوٹی کر لیتا ہے اُس شخص کو بھی تراویح کا امام بنانا مکروہ ہے۔

مسئلہ : کسی شخص کو تراویح کی جماعت گھر یا مسجد میں پڑھانے کے لیے اُجرت دے کر مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر دینے کا رواج ہو اور اِس وجہ سے کوئی پڑھائے کہ عوض ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں۔ البتہ اگر لینے دینے کا معمول نہ ہو اور پھر کوئی حافظ امام کو ہدیہ میں کچھ دیدے تو لینے میں حرج نہیں ہے۔

مسئلہ : تراویح کے بعد اجتماعی دُعا کرنے کی اجازت ہے لیکن نفلوں کے بعد اجتماعی دُعا کرنا جائز نہیں کیونکہ وتر کی جماعت کے بعد اجتماعیت ختم ہو جاتی ہے اور نفل انفرادی حیثیت میں ادا کیے جاتے ہیں چاہے مسجد میں ادا کریں چاہے گھر جا کر پڑھیں۔ پنجگانہ نمازوں میں بھی سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دُعا رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں بلکہ آپ ﷺ کا عام معمول سنن ونوافل اپنے گھر میں ادا کرنے کا تھا۔

شبینہ :

مسئلہ : اگر امام اور مقتدی دونوں نفل کی نیت سے پڑھ رہے ہوں تو یہ جائز نہیں کیونکہ نفل کی جماعت میں تین سے زیادہ مقتدی ہوں تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ : اگر امام نے اپنی تراویح کی چند رکعتیں بچالی ہوں اور شبینہ میں وہ تراویح کی نیت کرتا ہو اور مقتدی نفل کی نیت سے کھڑے ہوں تو اِس صورت میں بھی تین مقتدیوں سے زیادہ ہوں صحیح نہیں۔

مسئلہ : اگر ایک مسجد میں باقاعدہ تراویح کی جماعت ہو رہی ہو اور کوئی ایک شخص یا چند لوگ جو کسی دوسری مسجد میں تراویح پڑھ چکے ہوں اِس مسجد میں آکر نفل کی نیت سے شریک ہو جائیں تو جائز ہے۔

براستہ پشاور سفرِ کوہاٹ کے احوال

﴿ بقلم خالد عثمان متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ''مدرسہ اشاعت القرآن'' کوہاٹ کی دعوت پر ۲۰ ستمبر بروز منگل شام تین بجے لاہور سے کوہاٹ کے لیے براستہ پشاور روانہ ہوئے اور رات ساڑھے نو بجے پشاور پہنچے، وہاں بھائی خالد خان صاحب کی رہائش گاہ پر حسبِ سابق قیام ہوا۔ بدھ کی صبح کو ناشتہ کرنے کے بعد بذریعہ کار سخاکوٹ روانہ ہوئے۔ جناب محترم امان اللہ خان صاحب اور اُن کے صاحبزادے جناب محمود خان صاحب لکی مروت والے ہمراہ تھے، رسالپور ہوتے ہوئے شیرگڑھ میں دارالعلوم اسلامیہ عربیہ میں کچھ دیر کے لیے رُکے اور وہاں کے مہتمم حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہم العالی اور اُن کے صاحبزادگان مولانا محمد ادریس صاحب اور مولانا محمد طیب صاحب سے ملاقات کی۔ بعدازاں سخاکوٹ روانہ ہوئے۔ سخاکوٹ پہنچ کر مجاہدِ اعظم اسیر مالٹا حضرت اقدس مولانا عزیر گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی، ظہر کی نماز حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے قبیلہ کی مسجد میں پڑھی پھر عصر کی نماز اِسی مسجد میں ادا کرنے کے بعد پشاور کے لیے روانہ ہوئے، نمازِ مغرب راستے میں پڑھ کر عشاء کے وقت حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالدیان صاحب مدظلہم العالی کی تیمارداری کے لیے گئے۔ بعدازاں حیات آباد کی قیام گاہ پر محترم ڈاکٹر راشد تقویم صاحب کاکاخیل ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

اگلے روز صبح خواہش مند خواتین وحضرات نے حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی، نمازِ ظہر کے بعد بھائی عامر حنیف (متعلم جامعہ مدنیہ جدید) کوہاٹ سے گاڑی لے کر بھائی خالد صاحب کے گھر پہنچے اُن کے ہمراہ تقریباً تین بجے کوہاٹ کے لیے روانہ ہوئے اور راستے میں کوہاٹ کی سرنگ کا خوب صورت منظر دیکھتے ہوئے پونے پانچ بجے کوہاٹ پہنچ گئے اور عصر کی نماز مولانا مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی مسجد میں ادا کی۔ نمازِ عصر کے بعد عامر حنیف کی بیٹھک میں مقامی لوگوں کے ساتھ چائے پی، نمازِ مغرب کے بعد مولانا افضال صاحب مدرس جامعہ محمدیہ چوبرجی اور طالب علم محمد یوسف کوہاٹی متعلم جامعہ مدنیہ جدید ملنے آئے اور بھی کافی لوگ حضرت کے ساتھ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تک ملاقات کے لیے آتے رہے، اُن میں مولانا مفتی فضل الرحمٰن

صاحب اور محمد سعید صاحب محمد عدنان صاحب متعلم جامعہ مدنیہ جدید بھی تھے۔ اگلے روز ناشتہ کے بعد عامر حنیف اور محترم شاہ محمد صاحب بنگش اور دوسرے حضرات ہمکو کوہاٹ کے امرود کے باغات کی سیر کے لیے لے گئے، وہاں مولانا محمد مجاہد صاحب مدظلہ نے طالب علم محمد سعید کے ہاتھ گاڑی بھیجی۔ راستہ میں ایک جگہ چھاؤنی میں رُکے وہاں پر بنگال کا مشہور پھلدار درخت ''کٹھل'' دیکھا جو کہ پاکستان میں غالبًا ایک ہی درخت ہے اور شاید اَسی برس پرانا ہے، بعد ازاں حضرت مولانا مفتی مجاہد صاحب کے پاس مدرسہ قاسم العلوم پہنچے، حضرت مفتی صاحب نے حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب کو اپنی تصنیف کردہ ۳ کتابیں دیں، پھر وہاں سے بھائی محمد سعید اپنے امرود کے باغ میں لے گئے، دُعا کرنے کے بعد گیارہ بجے عامر حنیف کے گھر پہنچے، کافی زیادہ لوگ حضرت کے انتظار میں تھے، ان لوگوں نے حضرت سے ملنے کے بعد انتہائی محبت کا اظہار کیا۔

جمعہ کی نماز دن کا کھانا کھانے کے بعد حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی مسجد میں ادا کی۔ نماز کے تھوڑی دیر بعد ''مدرسہ اشاعت القرآن'' میں ۲۱ حفاظ کرام کی دستار بندی کے پروگرام میں شریک ہوئے۔ حضرت صاحب نے وہاں ایک گھنٹہ انتہائی زبردست تقریر فرمائی جس میں قرآن کی عظمت، سنت کی پیروی اور اپنے بزرگوں اور اسلاف کے ساتھ وابستگی اور عقیدہ حیات النبی ﷺ اور باطل فرقوں کے ساتھ ڈٹ کر مقابلے کرنے کی طرف توجہ دلائی اور خاص کر ضروریات دین کے سیکھنے کی طرف توجہ دلائی، اور آخر میں حفاظ کرام کی دستار بندی کرائی گئی۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ اُن حفاظ میں ساٹھ سال کی عمر کے تین طلباء بھی تھے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قیام گاہ میں چلے گئے، نماز مغرب کے بعد ''تاندہ ڈیم'' کے ریسٹ ہاؤس میں چلے گئے جو کہ انتہائی مہمان نواز اہلِ کوہاٹ نے رات گزارنے کے لیے بک کرایا ہوا تھا۔ رات کے کھانے پر جناب الحاج صابر صاحب پراچہ نے پُر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد ساڑھے بارہ بجے تک مختلف احباب سے مذہبی، دینی اور سیاسی موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ ڈیم کے بلند و بالا ریسٹ ہاؤس سے کوہاٹ کی دِلکش روشنیاں آسمان کے تاروں کی مانند چمک رہی تھیں۔

اگلے دن صبح ناشتہ کے بعد ریسٹ ہاؤس سے شہر میں محترم الحاج صالح صاحب اور الحاج صابر صاحب کے تجارتی دفتر میں اُن کی خواہش پر جانا ہوا۔ وہاں حضرت نے برکت کی دعا کی اِس کے بعد جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم محمد یوسف کے گھر گئے جہاں جمعیت علماء اسلام کوہاٹ کے ذمہ داران اور کارکناں (باقی صفحہ ۳۳)

اخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۳؍ستمبر سے جامعہ مدنیہ جدید میں وفاق المدارس کے امتحان شروع ہوئے۔ جامعہ کے ڈیڑھ سو سے زائد طلباء نے وفاق کا امتحان دیا، جامعہ مدنیہ جدید ہی امتحانی سینٹر تھا۔

۵؍ستمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد کی شمالی جانب زیرِ تعمیر عمارت کا بقیہ لینٹر ڈال دیا گیا والحمد للہ۔

۷؍ستمبر کو جناب حافظ فرید احمد صاحب شریفی جامعہ مدنیہ جدید میں دوپہر کے وقت تشریف لائے اور دوپہر کا کھانا جامعہ ہی میں تناول فرمایا، نیز جامعہ کے تعمیری اور تعلیمی احوال پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

۹؍ستمبر کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب قاری شریف احمد صاحب مدظلہم کی دعوت پر کراچی تشریف لے گئے۔ قاری صاحب کے مدرسہ میں حفظِ قرآن کی بابرکت محفل میں قرآن کی عظمت اور اُس کی اہمیت پر خطاب فرمایا، اس کے علاوہ کراچی میں مختلف احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، ۱۲؍ستمبر کو بخیریت واپسی ہوئی۔

۱۰؍ستمبر/ ۵؍شعبان کو دورہ صرف ونحو کا آغاز ہوا جس میں ۷۰۰ سے ۸۰۰ کے درمیان طلباء نے شرکت کی، یکم؍اکتوبر/ ۲۶؍شعبان کو اس دورہ کا بخیریت اختتام ہوا، اِس سے قبل ۲۸؍ستمبر بروز بدھ حضرت مہتمم صاحب نے طلباء سے الوداعی خطاب کیا۔

۱۷؍ستمبر کو صبح ساڑھے سات بجے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

۲۵؍ستمبر کو جامعہ مدنیہ جدید میں حضرت مولانا محمد احسان صاحب مدظلہم تبلیغی مرکز رائیونڈ سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور ایک گھنٹہ بیان فرمایا، بہت بڑی تعداد میں طلباء کی تشکیل ہوئی۔

۲۶؍ستمبر کو حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا) جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔